علم حاصل کرو

(تقریر جلسہ سالانہ ۲۷-دسمبر ۱۹۱۷ء)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

علم حاصل کرو

(فرمودہ ۲۷- دسمبر ۱۹۱۷ء برموقع جلسہ سالانہ منعقدہ قادیان)

(قبل از نماز ظہر)

اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ- اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدِ اسْتُھْزِیَٔ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْھُمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُ وْنَ (الانعام:۱۱)

فَلْیُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ وَمَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا- وَمَالَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا- اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْآ اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا- اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْآ اَیْدِیَکُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَا اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا- اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ وَ اِنْ تُصِبْھُمْ حَسَنَۃٌ یَّقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِاللّٰہِ وَ اِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ یَّقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِکَ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ فَمَالِ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا- مَآ

اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا- مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا- (النساء:۷۵ تا ۸۱)

مجلسِ وعظ میں صبر سے بیٹھنا چاہئے

میرا طریق ان گذشتہ جلسوں میں جو میرے عہد میں ہوئے ہیں یہ رہا ہے کہ مَیں مردوں میں دو دن تقریر کرکے آخری دن مستورات میں تقریر کرتا رہا ہوں- چونکہ عورتوں کے ساتھ بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں جو بہت شور کرتے ہیں اس لئے ان میں تقریر کرتے وقت بہت زور سے بولنا پڑتا ہے اور ان میں وعظ کرنے کے بعد حلق اچھی طرح بولنے کے قابل نہیں رہتا- اس دفعہ عورتوں کی طرف سے شکایت کی گئی کہ کیا مردوں کا ہم سے زیادہ حق ہے کہ اُن کیلئے تو دو تقریریں کی جاتی ہیں اور ہمارے لئے ایک اور وہ بھی آخری دن- احمدیت نے عورتوں کو جائز آزادی تو سکھاہی دی ہے اس لئے انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ ہم میں بھی دو تقریریں ہونی چاہئیں- ان کے اس مطالبہ کو قبول کرکے پہلے دن جو اُن میں تقریر کی گئی ہے تو اس سے حلق کے خراب ہونے کا خیال درست نکلا- کل ان کے جلسہ میں اس قدر زور اور اونچی آواز سے بولنا پڑا کہ گلا بیٹھ گیا ہے اس لئے شاید سب دوستوں کو میری آواز نہ پہنچتی ہو- اگر ایسا ہو تو آپ صاحبان یہ بات یاد رکھیں جیسا کہ میں نے گذشتہ جلسہ کے موقع پر بھی بتلایا تھا کہ کئی مجلسیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ ان میں یونہی بیٹھنا بھی بہت بڑے فائدے کا موجب ہوجاتا ہے اور اگر ان میں بیٹھے ہوئے ایک لفظ بھی کان میں نہ پڑے تو بھی انسان ایسا اثر لے کر اُٹھتا ہے کہ مالا مال ہوجاتا ہے اس لئے اگر کسی دوست تک ابھی میری آواز نہ پہنچتی ہو تو بھی وہ یہ خیال نہ کریں کہ ان کا بیٹھنا بے فائدہ ہوگا بلکہ خداتعالیٰ انہیں ضرور نفع بخشے گا' پھر مجھے امید ہے کہ اِنْشَاءَ اللّٰہ میری آواز ان تک پہنچ جائے گی- ہمارے خاندان میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بولتے وقت ابتداء میں آواز نیچی ہوتی ہے لیکن بعد میں بہت اونچی ہوجاتی ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جب تقریر شروع فرماتے تو ابتداء میں بڑی دھیمی آواز ہوتی مگر بعد میں بہت اونچی ہوجاتی اور مسجد مبارک میں تقریر کرتے ہوئے آپ کی آواز بہشتی مقبرہ کو جانے والی سڑک پر بخوبی سنائی دیتی- پس اس وقت اگر آپ صاحبان میں سے کسی کو میری آواز نہ پہنچے تو وہ صبر سے کام لیں جلدی ہی انشاء اللہ ان تک آواز

پہنچنی شروع ہوجائے گی- وہ بے صبری کرکے اُٹھ نہ کھڑے ہوں کیونکہ بے صبری کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں ہوتا- بتاؤ جب عرب کے ریگستان سے محمد ﷺ کی آواز ابتداء میں اُٹھی تو کیا اسی وقت ہندوستان پہنچ گئی تھی؟ نہیں- لیکن جب اس میں گونج پیدا ہوئی تو دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پہنچ گئی اور خوابِ غفلت میں سونے والوں کو جگا کر کھڑا کردیا- دنیا میں بہت سی قومیں ایسی تھیں جو ہزاروں سال سے غفلت کی نیند میں پڑی سوتی تھیں اور ہزاروں نبی ان کو جگا نہ سکے تھے لیکن محمد ﷺ نے ان کو ایسا جگایا کہ پھر سو نہ سکیں- حتّٰی کہ آپ کی دشمن اور خون کی پیاسی قومیں بھی نہ سوسکیں- گو انہوں نے آپ کو قبول نہ کیا اور اس نور اور روشنی سے محروم رہیں جو آپ لائے تھے لیکن آپ کی بعثت کے بعد چین سے سونا ان کو بھی نصیب نہ ہؤا- انہیں ایک ایسی آگ لگ گئی جسے وہ کسی طرح بھی بُجھا نہ سکیں اور جنہوں نے صبر اور تحمل سے کام لے کر آپ کی آواز کو سنا اور اس کو قبول کیا وہ تو ایسے جاگے کہ دنیا کے جگانے کا موجب ہوگئے- پس آپ لوگ صبر سے بیٹھے رہیں اور امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آواز اونچی ہوجائے گی اور آپ کو بخوبی سنائی دینے لگ جائے گی-

عام باتیں

اَب کی دفعہ عورتوں کی طرف سے ایک اور اعتراض ہوا ہے اور خوشی کی بات ہے کہ انہیں بھی ایسی باتیں سوجھی ہیں کیونکہ یہ زندگی کی علامت ہے- انہوں نے کہا کہ آپ مردوں میں تو وعظ کرتے ہیں لیکن ہمیں جو کچھ سنایا جاتا ہے وہ عام باتیں ہوتی ہیں- اگرچہ میں نے انہیں باتوں باتوں میں ہی بہت کچھ سنادیا اور یہ بھی بتادیا کہ ابھی تم اسی کی مستحق ہو لیکن میرا طریق یہ ہے اور جہاں تک میں نے غور کیا ہے قرآن کریم اور احادیث سے یہی معلوم ہوا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی میں نے یہی سیکھا ہے کہ وہ کلام جو ایسے طریق اور طرز سے شروع ہو جس میں ابتدائی حالات کو مدنظر رکھا جائے وہی بابرکت اور مفید ہوتا ہے- چنانچہ میں نے گذشتہ تمام جلسوں میں یہی طریق رکھا ہے کہ پہلی تقریر تو ایسی باتوں کے متعلق ہوتی ہے جو عام طور پر لوگوں کے حالات اور معاملات سے تعلق رکھتی ہیں- وہ کوئی خاص مضمون نہیں ہوتا اور دوسری تقریر کسی اہم مسئلہ پر ہوتی ہے- یہ شکایت تو عورتوں نے کی ہے کہ ہمیں باتیں ہی سنائی جاتی ہیں ہمارے لئے کوئی مضمون نہیں بیان کیا جاتا لیکن میرا ایک لیکچر مردوں میں بھی عام باتوں پر ہی ہوتا ہے اور یہ ضروری

بھی ہے کیونکہ بہت باتیں چھوٹی چھوٹی معلوم ہوتی ہیں' لیکن ان کے نتائج بہت بڑے بڑے اور خطرناک نکلتے ہیں۔ سو پہلے تو میں بقول مستورات کچھ باتیں ہی کروں گا۔

میری صحت

اول میں ایک ایسی بات کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جس کی نسبت میں جانتا ہوں کہ دوستوں کو اس کے سننے سے فرحت اور خوشی ہوگی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت قریباً دو سال سے میری صحت بہت کمزور چلی آرہی تھی اور میں نے گذشتہ سال سنایا تھا کہ مجھے بھی منذر رؤیا دکھائی گئی تھیں اور دوسرے دوستوں کو بھی جن میں میرے متعلق یہ بتایا گیا تھا کہ یا تو وفات ہوگی یا کوئی سخت بیماری۔ ایسی صورت میں مَیں نے دیکھا کہ میری صحت دن بدن کمزور ہو رہی ہے اور اسی بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ خاتمہ قریب ہے۔ جب احمدیہ کانفرنس کیلئے احباب آئے تو میں نے اسی خیال سے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے میری کتنی زندگی ہے اور مجھے اپنی زندگی پر کوئی بھروسہ نہیں' اعلان کیا تھا کہ اس رمضان میں دس یا پندرہ پاروں کا درس دوں گا تاکہ جس طرح ہوسکے ایک دفعہ قرآن سنادوں۔ چنانچہ اس اعلان کے مطابق رمضان المبارک میں درس دیا اور دس پارے سنائے اس سے ضُعف اور کمزوری اور بھی بڑھ گئی۔ پھر اس کے بعد فوراً قرآن کریم کے ترجمہ کا کچھ کام کرنا پڑا جس سے ایسا بوجھ پڑا اور ایسی کمزوری ہوئی کہ جو اس سے پہلے کبھی مجھے نہیں ہوئی تھی۔ حتّٰی کہ اگر خط بھی پڑھتا تو سر میں درد شروع ہوجاتا۔ ڈاک پڑھنی مشکل ہوگئی۔ مجھے اخبار پڑھنے کی عادت ہے اور جب تک پڑھ نہ لوں چین نہیں آتا لیکن کمزوری کی وجہ سے مسلسل ایک کالم بھی نہ پڑھ سکتا اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے پڑھتا۔ پھر اس قدر تکلیف بڑھ گئی کہ عام طور پر تبلیغ اور تعلیم کا سلسلہ بند ہوتا نظر آیا جس سے بعض دوست گھبراگئے اور ان کے خطوط میرے پاس آئے جن سے میرے دل میں ایک درد پیدا ہوُا اور میں نے دعا کی کہ الٰہی اس جماعت کے کام کرنے کا یہی تو وقت ہے لیکن میری صحت مجھے جواب دے رہی ہے اب یا تو مجھے صحت بخش کہ میں کام کرسکوں اور یا اگر میرے خاتمہ کا وقت قریب آگیا ہے تو مجھے اس بار سے سبکدوش کرکے اپنے پاس بلالے اور اس مقام پر کسی اور کو کھڑا کردے۔ جب حالت یہ ہوگئی اور صحت بہت بگڑگئی تو مجبوراً مجھے شملہ جانا پڑا کیونکہ میں نے دیکھا کہ سوائے اس کے اور کوئی صورت بحالیٔ صحت کی نہیں ہے کہ میں کچھ دن آرام کروں۔ کام تو کہیں بھی نہیں چھوٹتے مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال تھا کہ تبدیلیٔ آب و ہوا کی وجہ سے فائدہ حاصل ہوگا۔

دوستوں نے بھی یہی مشورہ دیا کہ آب و ہوا تبدیل کرنا چاہئے چنانچہ شملہ جاکر خدا کے فضل وکرم سے صحت کو بہت فائدہ ہوا- مگر جب وہاں سے واپس آکر میں نے کام کرنا چاہا تو گو پہلے کی نسبت کسی قدر افاقہ رہا لیکن متواتر محنت اور زور کے ساتھ کام نہ کرسکتا تھا- میری عادت ہے کہ جب کسی کام کو شروع کروں تو دل یہی چاہتا ہے کہ ختم کرکے ہی اُٹھوں خواہ رات کے دو تین ہی بج جائیں لیکن ابھی تک یہ بات حاصل نہ ہوئی تھی بلکہ میں نے دیکھا کہ طبیعت پھر انحطاط کی طرف جارہی ہے- اسی اثنا میں ایک تقریب پر دہلی جانا پڑا وہاں سے واپس آکر میں نے دیکھا کہ طبیعت میں یک لخت فرق پیدا ہوگیا ہے اور صحت کی طرف عَود کررہی ہے-

اس حالت میں ایک دوست نے سنایا کہ خواجہ حسن نظامی کا ایک مضمون شائع ہؤا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ میں اپنی باطنی قوت کے زور سے ایک گھنٹہ کے اندر ہلاک کرسکتا ہوں اس کیلئے ۱۰- ربیع الاول کو اجمیر آجاؤ- یہ سن کر خداتعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ میری صحت کے اس قدر جلدی ترقی کرنے کا یہی باعث ہؤا ہے- چنانچہ اس دن سے میری طبیعت ایسی سنبھلی کہ روزانہ درسِ قرآن کریم جو میری بیماری کی وجہ سے بہت عرصہ سے بند تھا جاری ہوگیا- حلق کی تکلیف بھی جاتی رہی اور روزانہ دو دو بجے رات تک کام کرنے لگ گیا اور یہ خداتعالیٰ کی قدرت نمائی تھی- دشمن نے تو اعلان کیا تھا کہ میں اپنی باطنی قوت سے ایک گھنٹہ میں ہلاک کردوں گا اور اس طرح اپنے تصّرفاتِ باطنی دکھاؤں گا مگر خداتعالیٰ نے نہ چاہا کہ اسے جھوٹی خوشی بھی ہو- بیمار تو میں پہلے ہی تھا مگر وہ کہہ سکتا تھا کہ میرے اس اعلان کی وجہ سے بیمار ہوا ہے لیکن خداتعالیٰ نے اپنے فضل سے میری صحت میں ایسا تغیر کردیا کہ بالکل درست ہوگئی- میں نہیں جانتا کہ یہ تغیر کب تک کیلئے ہے لیکن میرے مولا نے دشمن ☆ کو شرمندہ ضرور کردیا ہے-

ہمارے مخالفین کی مخالفت

اب میں ایک اور بات بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اس سال ہمارے دشمنوں کی طرف سے ہمارے خلاف خاص طور پر زور لگایا گیا ہے اور ہندوستان کے ہر گوشہ اور ہر طبقہ میں ہماری مخالفت میں جوش پیدا ہوگیا ہے- اس قسم کی مخالفت حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائے دعویٰ میں ہوئی تھی مگر وہ بھی ملک

☆ جس وقت یہ تقریر کی گئی تھی اُس وقت معلوم نہ تھا کہ میری رؤیا ہمارے خیال سے زیادہ واضح طور میں پوری ہونے

تھے ایک خاص حصہ یعنی پنجاب تک ہی محدود تھی بقیہ علاقے اس سے خالی تھے۔ اس کے بعد ہمارا سلسلہ دوسرے علاقوں میں بھی پھیلتا گیا مگر کوئی خاص مخالفت نہیں ہوئی لیکن اس سال ہمارے خلاف مخالفت کی ایک ایسی آندھی چلی اور ایسا طوفان آیا ہے کہ ہندوستان کا تمام جوّ غبار آلود ہوگیا ہے اور تمام مطلع پر ہمارے خلاف جھگڑے اور عناد کی آگ بھڑک اُٹھی ہے اور جس طرح موسم برسات سے پہلے آندھی آتی اور گرد اُڑتی ہے اسی طرح اب ہمارے خلاف اڑ رہی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کے بعض لوگ حیران ہیں کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ دشمن کا ایک بار مقابلہ میں ہار کر بیٹھ جانا اور پھر اٹھنا کوئی اچھی علامت نہیں ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے دیئے ہوئے علم کے ماتحت یقین رکھتا ہوں کہ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ اب دوسری بار دشمنوں کا ہمارے خلاف اٹھنا ہمارے لئے مضر نہیں بلکہ کچھ اور ہی معنی رکھتا ہے۔ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ بیمار پر دو وقت نہایت کٹھن آتے ہیں ایک وہ جب تپ چڑھنا شروع ہوتا ہے اور دوسرا وہ جب اُترنے لگتا ہے۔ دوسرے وقت کا نام طبیبوں نے بحران رکھا ہوا ہے۔ یعنی اس وقت طبیعت اور بیماری کی آخری جنگ ہوتی ہے۔ اگر بیماری غالب آجائے تو ہلاکت ہوتی ہے اور اگر طبیعت غالب آجائے تو صحت ہوجاتی ہے۔ پس اب ہمارے مخالفین کا بحران کی حالت میں ہونا ہمارے لئے سراسر مفید اور فائدہ مند ہی ہے۔ بشرطیکہ ہم اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ ہمارے خلاف اس زور شور سے دشمن کا مخالفت کیلئے کھڑا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس نے سمجھ لیا ہے کہ اب یہ آخری موقع ہے۔ یا میں غالب ہوگیا یا یہ' اس لئے وہ آخری زور لگانے کیلئے کھڑا ہوا ہے۔

پس ہمارے مخالفین کا یہ زور شور اس بات کی علامت نہیں ہے کہ خدانخواستہ ہمارا قدم

(بقیہ حاشیہ) والی ہے۔ چنانچہ جب خواجہ حسن نظامی صاحب میدان مقابلہ سے بھاگ گئے اور ان کا فتنہ مٹ گیا اور ان کی طرف سے کسی جھوٹی خوشی منانے کا خطرہ جاتا رہا تو پھر یک لخت میں بیمار ہوا اور ایسا سخت کہ عمر بھر میں ایسا سخت بیمار نہ ہوا تھا بلکہ ایک دن تو بالکل جان کندن کی حالت ہوگئی اور بہت تھوڑے سے حصہ جسم میں جان باقی رہ گئی حتّٰی کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب وقتِ آخر ہے اور ایک دو منٹ تک بھی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور جب ڈاکٹر صاحب خبر پانے پر آئے اور مجھ سے پوچھا کہ کیا حال ہے تو اس وقت میں نے ان کو یہی کہا کہ جو ہونا تھا ہوچکا کہ پھر حالت میں تغیر پیدا ہوا اور طبیعت بحال ہونے لگی لیکن بیماری بہت دنوں تک لمبی چلی گئی اور صحت کو ایک ایسا دھکا لگا کہ جس طرح پہاڑ کو زلزلہ سے لگتا ہے۔ اور آخر مجبوراً بیماری کی ہی حالت میں ڈاکٹروں کے فتویٰ کے ماتحت اول ساحل سمندر پر اور بعد میں پہاڑ پر جانا پڑا جہاں کہ میں آجکل مقیم ہوں اور جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب میری صحت کو بہت فائدہ ہے۔ مرزا محمود احمد ۲۔جولائی ۱۹۱۸ء

اکھڑ گیا ہے اور نہ ہی اس امر کی علامت ہے کہ ہمارے اندر کمزوری پیدا ہوگئی ہے- اس سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ ہماری جماعت کے لوگوں میں کسی قسم کی بھی کمزوری نہیں- بلکہ یہ ہے کہ ہمارے اندر کوئی ایسی کمزوری نہیں ہے جس کے سبب ہم دشمن کے مقابلہ میں مٹ جائیں یا فنا ہوجائیں- ہاں یہ بات ہے کہ دشمن نے سمجھ لیا ہے کہ اگر یہ جماعت اور زیادہ بڑھ گئی تو اس کا مقابلہ نہیں ہوسکے گا- ابتداء میں تو ہمارا اس لئے مقابلہ اور مخالفت کی گئی تھی کہ اس سلسلہ کا قدم ہی نہ جمے اور پہلے ہی اکھیڑ دیا جائے مگر جب دشمن اس وقت کچھ نہ کرسکے تو وہ اپنے دلوں کو اس طرح تسلی دے کر بیٹھ گئے کہ کیا ہوا اگر اس سلسلہ کے قدم جم گئے ہیں جس طرح اور بیسیوں فرقے ہیں اسی طرح کا ایک یہ بھی ہے اوروں نے ہمارا کیا بگاڑلیا ہے کہ یہ کچھ بگاڑ لے گا- چلو جانے دو- مگر اب انہوں نے دیکھا ہے کہ یہ تو ایک ایسا فرقہ ہے کہ اگر اس کا مقابلہ نہ کیا گیا تو یہ ہمیں کھا جائے گا اور ہمارا کچھ بھی باقی نہ رہنے دے گا اب اس کو آگے نہ بڑھنے دو- یہ ہے وہ بات جس کی وجہ سے ہمارے مخالفین نے اب ہمارے خلاف زور لگانا شروع کیا ہے اور یہی وجہ ان کے جوش دکھانے کی ہے- پھر کہتے ہیں دیوانہ کو دیکھ کر دیوانہ شور مچانے لگ جاتا ہے- ان دنوں چونکہ ان لوگوں نے بھی جو غیرمبائع کہلاتے ہیں ہمارے خلاف شور مچا رکھا ہے اور ان کی طرف سے تمام ہندوستان میں ہمارے خلاف آگ بھڑکائی جارہی ہے اور یہ لوگ یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ جہاں بھی ہمارے مبلغ گئے ہیں وہاں انہوں نے بھی اپنے آدمی بھیجے ہیں- بمبئی' مدراس' حیدرآباد دکن غرضیکہ جہاں جہاں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانے کی کوشش کی ہے وہاں ہی انہوں نے آپ کا نام مٹانے کیلئے زور لگایا ہے اور انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم گھر کے بھیدی ہیں اس لئے لنکا ڈھائیں گے ہمارا مقابلہ کون کرسکتا ہے- پس ان کے شوروشر کو دیکھ کر بھی مولویوں اور ملانوں میں پھر نئے سرے سے جوش پیدا ہوگیا ہے اور انہوں نے ایک بار اور حملہ کرنے کی کوشش کی ہے اور یہاں تک جرأت دکھلائی ہے کہ قادیان آکر جلسہ کیا ہے- بعض دوستوں کو یہ بات ناپسند ہوئی لیکن میں نے کہا کہ اس میں ہمارا کیا حرج ہے- شیر شکار کے پاس جائے یا شکار شیر کے پاس آجائے ایک ہی بات ہے-

ہم تو لڑائی اور فساد کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور ایسی باتوں سے الگ رہتے ہیں جن کا نتیجہ نقضِ امن ہو ورنہ تبلیغِ اسلام کے سوا ہمارا کام ہی کیا ہے- ہم تو دور دراز ملکوں میں

روپے خرچ کرکے اور تکالیف برداشت کرکے جاتے ہیں اگر اپنے گھر پر ہی اس فرض کے ادا کرنے کا موقع مل جائے تو اور کیا چاہئے۔ یہ تو ہمارے لئے بہت آسان کام ہے اس لئے غیراحمدیوں کا یہاں جلسہ کرنا ہمارے لئے مفید اور خوشی کی بات ہے کیونکہ جن لوگوں کو ہم نہیں جگاسکتے ان کو وہ گھر کے ہونے کی وجہ سے جگا گئے ہیں۔ چنانچہ ان کے جلسہ کے بعد یہاں اور اردگرد کے غیراحمدیوں میں مذہبی باتوں کا خوب چرچا ہوگیا ہے اور یہ ان لوگوں کی بیداری کی ایک علامت ہے۔ پھر ان کے جلسہ سے ہمیں یہ فائدہ ہوگیا کہ ہمارے مبلغوں کو کرایہ بھر کر اور کہیں نہ جانا پڑا بلکہ وہ لوگ خودبخود کرایہ دے کر یہاں آگئے۔ ان ایام میں مَیں نے رات کو جلسے کرادیئے تھے جن میں وہ لوگ آکر سنتے رہے۔ یہ تو مولویوں کے کارنامے ہیں مگر نَو تعلیم یافتہ گروہ بھی خاموش نہیں رہا۔ ولایت سے قدوائی اور دوسرے کئی لوگ ہمارے خلاف مضامین لکھنے لگ گئے ہیں' بعض اخبارات بھی ہمارے متعلق لکھنے کیلئے وقف ہوگئے ہیں' ثناءاللہ کا اخبار تو پرانی بیماری تھی ہی ایک نیا اخبار ستارۂ صبح بھی نکلا ہے جس کے ایڈیٹر نے سمجھ رکھا ہے کہ کسی گورنمنٹ کا مقابلہ کرنے سے ہی شہرت حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ اس طرح ایک شور پڑ جاتا ہے اس لئے اس نے پہلے تو دنیاوی گورنمنٹ کا مقابلہ کیا مگر جلد ہی اس کی گرفت اسے نظر آگئی۔ جب ضمانت اور مطبع وغیرہ ضبط ہوگیا اور اسے نظربند کردیا گیا تو اسے قدرِ عافیت معلوم ہوئی اور وہ اس گورنمنٹ کے پیچھے پڑنا چھوڑ کر خدائی گورنمنٹ کے پیچھے پڑ گیا اور دنیاوی گورنمنٹ کے مقابلہ میں ناکامی اور زک اٹھا کر خدائی گورنمنٹ کے مقابلہ کیلئے کھڑا ہوگیا لیکن کیا وہ نادان نہیں جانتا کہ دنیاوی گورنمنٹ کی نسبت خدائی گورنمنٹ کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔ مشہور ہے کہ خدا کی لاٹھی نظر نہیں آتی مگر یہ غلط ہے۔ ایسی نظر آتی ہے کہ صرف وہی نہیں دیکھتا جس کے اوپر پڑتی ہے بلکہ اس کے دوسرے ساتھی بھی اس کا مزا چکھتے ہیں۔ پس وہ تسلی رکھے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا ادھار

خدا کسی کا کچھ نہیں رکھتا۔ اسے سب کچھ واپس مل جائے گا۔

پھر صوفیاء کا گروہ ہے۔ اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہمارے سلسلہ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں ہم زمامِ دین ہاتھوں میں رکھنے والے کیوں ان سے پیچھے رہ

جائیں۔ ہم تو رسول کریمؐ کے روحانی علوم کے وارث ہیں یہ سوچ کر ان میں سے ایک چلتے پُرزے نے باطنی جہاد کے ذریعہ ہمیں ہلاک کرنے کا اعلان کردیا۔

ان تمام لوگوں کی طرف سے ہمارے خلاف ایک رَو آئی ہے اور اس کے چلانے والوں نے سمجھا ہے کہ اس طرح یہ سلسلہ مٹ جائے گا لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس درخت کے لگانے والا وہ خدا ہے جس کے قبضہ میں ہر ایک چیز ہے۔ ہر قسم کی آگ پر اس کا قبضہ ہے' ہر ایک قسم کے پانی پر اس کا تصرف ہے اور ہر ایک قسم کی ہوا اس کے اختیار میں ہے۔ اس لئے نہ تو کوئی آگ اسے جلا سکتی ہے نہ کوئی پانی اسے بہا سکتا ہے اور نہ کوئی ہوا اُسے گرا سکتی ہے بلکہ یہ اور ان کے علاوہ باقی تمام عناصر اس کے لگائے ہوئے درخت کے خادم ہیں۔ پس مخالفین کی طرف سے جس قدر بھی مخالفت ہوگی وہ اس درخت کیلئے کھاد کا ہی کام دے گی اور وہ دن بدن زیادہ سے زیادہ پھل اور پھول لاتا رہے گا۔ یہ صاف بات ہے کہ کسی کی طاقت اور قدرت کا اسی وقت پتہ لگتا ہے جبکہ اس کے خلاف زور لگانے والے کھڑے ہوں۔ پس اس وقت خداتعالیٰ ہمارے دشمنوں کو اپنی طاقت اور قدرت کا ثبوت دینا چاہتا ہے اور بتانا چاہتا ہے کہ اس قسم کی ناکامی ہمارے لئے نہیں بلکہ ہمارے دشمنوں کیلئے مقدر ہوچکی ہے۔ چنانچہ اسی موقع پر دیکھ لو ہماری جماعت کیسی غریب جماعت ہے' دنیاوی لحاظ سے سوائے چند لوگوں کے باقی سب کے سب معمولی حیثیت کے لوگ ہیں لیکن باوجود اس کے ان قحط سالی کے دنوں میں کہ غلہ سات آٹھ سیر بِکتا ہے' کپڑا اتنا مہنگا ہوگیا ہے کہ پہلے کی نسبت کئی گناہ زیادہ قیمت پر ملتا ہے اور دیگر اشیاء نہایت گراں ہوگئی ہیں مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا کی راہ میں اپنا مال' اپنا وقت صرف کرنے میں اس جماعت کا قدم پیچھے ہٹ رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس سال پچھلے سالوں سے بھی زیادہ لوگوں نے جوش دکھایا ہے اور بہت زیادہ تعداد میں یہاں آئے ہیں یہ خدائی تصرف ہے کسی انسان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اسی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ دشمن نے جتنا زور لگایا ہے اتنی ہی اسے ناکامی ہوئی ہے اور ہر طرح کی ذلّت کا اسے منہ دیکھنا پڑا ہے۔ مگر پھر بھی ہمارے لئے ضروری ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں اور زیادہ زور اور کوشش صرف کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ دیکھو رسول کریم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ تمہاری فتح ہوگی لیکن بدر کے دن آپ کس قدر گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگتے تھے اور صحابہ کو جوش دلاتے تھے کہ اس طرح لڑائی کرو۔ پس ہمیں بھی چاہئے کہ دشمن کے مقابلہ میں پورا

زور لگائیں اور ہر وقت چوکس رہنا اپنا فرض سمجھیں۔

اس سال مخالفین کی طرف سے جس قدر حملے ہوئے ہیں ان میں سے ایک حملہ وہ باطنی جہاد کا اعلان ہے جو خواجہ حسن نظامی صاحب کی طرف سے ہوا ہے اور جس کا جواب میری طرف سے شائع ہوچکا ہے۔ اس میں مَیں نے لکھا ہے کہ اگر تم کو مباہلہ منظور ہو تو ہمیں ایک ایک ہزار آدمی کو ساتھ لے کر مباہلہ کرنا چاہئے تاکہ ایک اچھی تعداد کے ہلاک ہونے سے کوئی نتیجہ مترتب ہو۔ اس کے متعلق میں آپ صاحبان کو اطلاع دیتا ہوں کہ جو دوست ان ہزار آدمیوں میں شامل ہونا چاہیں وہ اپنا نام عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کو جو یہاں کھانے پینے کی دکان کرتے ہیں لکھادیں۔

ہماری جماعت کے حق اور صداقت پر ہونے کا یہ بھی ایک بہت بڑا ثبوت ہے کہ باوجود اس کے کہ اس وقت سے پہلے میری طرف سے اس قسم کا کوئی اعلان شائع نہیں ہؤا مگر کئی دوستوں کے خط آچکے ہیں کہ اگر حسن نظامی سے مباہلہ ہو تو ہمیں بیوی بچوں سمیت اس میں شامل ہونے کی اجازت دی جائے۔ دیکھو ایک طرف ہمارے دشمنوں کی تو یہ حالت ہے کہ جب ہم اُنہیں مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم تو ہمیں مارنے کے درپے ہوجاتے ہو۔ مگر ایک طرف ہماری جماعت کے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اگر ہمیں مباہلہ میں شامل کیا گیا تو ہم پر بہت بڑا احسان کیا جائے گا اور یہ ہم پر بہت ہی مہربانی ہوگی۔ پھر وہ صرف اپنے آپ کو ہی پیش نہیں کرتے بلکہ بیوی بچوں سمیت شامل ہونے کی درخواست کرتے ہیں۔ مباہلہ میں شامل ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ ایک انسان یہ کہنے کیلئے شامل ہوتا ہے کہ فلاں بات جو میں کہتا ہوں وہ اگر جھوٹی ہے تو خدا کی لعنت مجھ پر، میری بیوی پر اور میری اولاد پر پڑے۔ کیسے خطرناک اور دل دہلا دینے والے الفاظ ہیں۔ بہت لوگ ہوتے ہیں جو اپنے لئے تو ذلّت برداشت کرلیتے ہیں لیکن اپنی اولاد کیلئے ہرگز برداشت نہیں کرسکتے۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کو اگر کوئی اپنی جان کی قسم دے تو کھالیتے ہیں لیکن اگر اولاد کی قسم کھانے کیلئے کہا جائے تو انکار کردیتے ہیں مگر ہماری جماعت کے لوگوں کو دیکھو وہ یہی نہیں کہتے کہ ہمیں مباہلہ میں شامل ہونے کی اجازت دی جائے بلکہ اپنے بیوی بچوں سمیت شامل ہونے کیلئے بیتاب ہورہے ہیں۔ اور ایک صاحب تو اتنے شوقین ہیں کہ انہوں نے میرے پاس کرایہ بھی بھیج دیا ہے کہ شاید اس وقت پاس نہ ہو اور آنے میں مشکل پیدا ہو۔ یہ خداتعالیٰ کا فضل اور رحم ہے

کہ اس نے ہماری جماعت کے لوگوں کے قلوب کو ایسا مطمئن کردیا اور ایسا یقین دلایا ہے کہ دین کیلئے خواہ انہیں کیسی ہی خطرناک قربانی کیوں نہ کرنی پڑے اس کیلئے بھی تیار ہیں اور پورے یقین اور ایمان کے ساتھ جانتے ہیں کہ چونکہ ہم ہی حق پر ہیں اس لئے خدا کی نصرت ہمارے ہی ساتھ ہوگی۔

خشیت اللہ کا ہونا صداقت کی علامت ہے

ہمارے خلاف جو اس قدر شور برپا کیا جارہا ہے اس کے متعلق دو باتیں دیکھنی چاہئیں ان سے سارا فیصلہ ہوجاتا ہے خواہ ہمارے خلاف شور مچانے والے پیغامی ہوں یا دوسرے لوگ دونوں سے ان کے ذریعہ نہایت آسانی کے ساتھ فیصلہ ہوسکتا ہے۔ پہلی بات تو خشیت اللہ ہے۔ جس جماعت کے لوگوں میں خشیت اللہ پائی جائے وہ راست باز اور حق پر ہوتی ہے اور جس میں یہ نہیں اس میں کچھ بھی نہیں۔ اب اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوجاتا ہے کہ ہمارے مخالفین میں اس کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا اور ان کے دلوں سے یہ بات بالکل اٹھ گئی ہے۔ اس مباہلہ کے معاملہ میں دیکھ لو۔ میرا خیال تھا کہ صوفی کہلانے والوں میں کچھ تو شرم وحیا باقی ہوگی مگر معلوم ہوگیا ہے کہ ان کا گھر بھی خالی ہے۔ ہماری جماعت کے ایک شخص نے خواجہ حسن نظامی کے متعلق اشتہار شائع کیا تھا کہ مجھ سے مباہلہ کرلو۔ اس کے جواب میں اس نے کسی پریس کے کَل کَش کی طرف سے اشتہار نکلوایا کہ میرے ساتھ ناک سے ناک ملا کر جامع مسجد دہلی کے مینار سے کودو۔ جو زندہ بچ گیا وہ سچا ہوگا۔ یہ کیسی جہالت اور نادانی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہے کہ کوئی انسان اس طرح اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مباہلہ کے اس طریق کو چھوڑ کر جو خداتعالیٰ نے قرآن کریم میں بتایا ہے ایسی بیہودہ حرکت کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اگر مباہلہ کا یہ بھی کوئی طریق تھا تو کیوں خداتعالیٰ نے قرآن کریم میں نہ بتادیا اور اگر نَعُوْذُبِاللّٰہِ خداتعالیٰ کو یہ طریق نہ سوجھا تھا تو پھر بھی وہ عالم الغیب ہے آئندہ باتوں کو جانتا ہے اس کل کش کے دل میں آنے والے خیالات سے معلوم کرکے ہی بتادیتا۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ ان لوگوں سے خشیت اللہ اٹھ چکی ہے اس لئے نئی نئی اور بیہودہ باتیں پیش کرکے اللہ تعالیٰ کی ہتک کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو بتایا ہے کہ اگر سچائی میں شک ہو تو مباہلہ کرو مگر یہ کہتے ہیں کہ نہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ ناک سے ناک ملا کر اونچے مینار سے کودنا چاہئے۔ میری سمجھ میں تو یہ بات بھی نہیں

آئی کہ ناک سے ناک ملا کر کودنے کی جو شرط لگائی گئی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اور کوئی وجہ ہو یا نہ ہو یہ ضرور ہے کہ ان میں خشیت اللہ نہیں رہی۔ رسول کریم ﷺ کے وقت ایک واقعہ ہوا تھا۔ آپ نے ایک لشکر کو ایک افسر کے ماتحت بھیجا تھا۔ ایک مقام پر اس نے لوگوں کو آگ میں کودنے کا حکم دیا کچھ لوگ تو اس کیلئے تیار ہوگئے اور باقیوں نے کہا کہ یہ حکم شریعت کے خلاف ہے اس لئے ہم اس کی تعمیل کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ جب لشکر واپس آیا تو رسول کریم ﷺ کے حضور یہ بات پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا اگر تم اس آگ میں کودتے تو سیدھے جہنم میں جاتے۔ اب جو لوگ ایک اسی قسم کی بات پیش کرتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہے ان کی قلبی حالت کا حال معلوم ہو رہا ہے کہ ان میں خشیت اللہ نہیں رہی۔ وہ دین سے ہنسی اور قرآن کریم سے تمسخر کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین کو کھیل اور تماشہ بنا رہے ہیں۔

ان کے ساتھ ہی پیغامیوں کو دیکھ لو۔ وہ مباہلہ کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ دین کے ساتھ ہنسی کی جارہی ہے اور اسلام کو ایک کھیل بنالیا گیا ہے۔ گویا قرآن کریم میں جو مباہلہ کی تعلیم دی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے حق و باطل میں فیصلہ کا جو یہ ایک طریق مقرر کیا ہے وہ کھیل ہے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ دلائل نہیں بیان کرسکتا تھا کہ اس نے مباہلہ کا طریق رکھا ہے۔ یا رسول کریم ﷺ کو تم سے کم دلائل آتے تھے کہ ان کو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر یہ لوگ دلائل سے نہیں مانتے تو ان کو کہو کہ آؤ مباہلہ کرلو۔ باوجود قرآن کریم میں دلائل اور بیّنات بیان کرنے کے مباہلہ کو بھی فیصلہ کا ایک طریق قرار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک موقع ایسا بھی ہوتا ہے جب دلائل سے فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ پس ہم نے بھی جب دلائل کے ذریعہ فیصلہ ہوتا نہ دیکھا تو کہا آؤ مباہلہ کرلو۔ یہ کھیل اور تماشہ کی کونسی بات ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں میں خشیت اللہ نہیں رہی اور جب ان میں خشیت اللہ نہیں رہی تو ثابت ہوگیا کہ وہ حق پر بھی نہیں ہیں۔

ہماری صداقت کا ایک اور امتیازی نشان

دوسری امتیازی بات راست باز اور جھوٹے گروہ میں دیکھنے والی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ جو جماعت حق پر ہو اس کو دوسروں پر کامیابی عطا کرتا اور اسے دن بدن بڑھاتا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَأْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا

مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (الانبیاء:۴۵) - کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کنارں سے کم کرتے چلے آرہے ہیں کیا پھر بھی یہی غالب ہوں گے- اب یہ دیکھنا چاہئے کہ ہماری جماعت جو خدا کے فضل سے دن بدن بڑھ رہی ہے' زمین کے کناروں سے آ آکر لوگ اس میں شامل ہورہے ہیں کیا وہ آخر مغلوب ہوگی اور اس کے گھٹنے والے مخالف غالب- پھر یہ نہیں کہ ہم یوں ہی بڑھ رہے ہیں کوئی ہماری مخالفت کرنے والا اور ہمارے خلاف زور لگانے والا نہیں ہے بلکہ ساری دنیا ہماری مخالف ہے' عالم' جاہل' امیر' غریب' چھوٹے بڑے' صوفی' سجادہ نشین غرضیکہ ہر حیثیت اور ہر رنگ کے لوگ ہماری مخالفت کررہے ہیں اور ایک جماعت ہم میں سے نکل کر بھی ہمارے خلاف کھڑی ہوگئی ہے- دنیا میں کسی قوم کو ہلاک کرنے کے دو ہی طریق ہوتے ہیں ایک طاقت سے دوسرے گھر کے بھیدیوں کے ذریعہ' اور یہ دونوں طریق خداتعالیٰ نے ہمارے خلاف استعمال کرائے ہیں تا ثابت ہو جائے کہ یہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچاسکتی- دیکھو اگر ہماری مخالفت نہ ہوتی تو لوگ کہتے کہ انہیں یونہی غلبہ حاصل ہوگیا ہے اگر مخالفت کی جاتی تو کبھی کامیاب نہ ہوتے لیکن خدا نے نہ چاہا کہ ہمیں اس طرح چُپکے سے کامیاب کردے بلکہ اس نے ہر قسم کے لوگوں کو مخالفت پر کھڑا کردیا- مسلمان حکمرانوں نے تکلیفیں پہنچائیں' امراء نے دکھ دیئے' عوام نے پتھرمارے' وطن سے بے وطن کردیا' عورتوں کو چھین لیا' جائیدادیں ضبط کرلیں' غرضیکہ ہر قسم کی تکلیفیں پہنچائی گئیں اور ہر چیز کے چھیننے کیلئے جو کوشش کوئی کرسکتا تھا کی گئی حتّٰی کہ ہماری مخالفت میں تلوار تک بھی اٹھائی گئی- مگر کیا ہمارا سلسلہ بڑھنے سے رُک گیا- ہرگز نہیں بلکہ آگے ہی آگے بڑھتا چلاگیا- پھر کہا گیا تھا کہ چونکہ ان کی دیوار مضبوط ہے اس لئے ہمارے حملے کارگر نہیں ہوتے انہیں کے اندر سے جب کوئی ان کے مقابلہ کیلئے اُٹھے گا تب ان کو شکست ہوگی- چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد لکھ دیا گیا کہ اب وہ وقت آنے والا ہے جبکہ ان کے اندر سے ایک گروہ اُٹھے گا اور اس جماعت کو تباہ کردے گا- چنانچہ کچھ لوگ اندر سے ایسے کھڑے بھی ہوئے جنھوں نے سمجھا کہ ہم لنکاڈھائیں گے لیکن لنکا کیا ایک اینٹ بھی نہ اکھیڑسکے- تو یہ دو معیار ایسے ہیں جو خدائی سلسلہ کی صداقت کے قرآن کریم سے معلوم ہوتے ہیں- قرآن کریم کہتا ہے کہ جس میں خشیت اللہ نہیں وہ مومن نہیں اور یہ ہمارے دشمنوں میں نہیں پائی جاتی بلکہ ہم میں پائی جاتی ہے- پھر قرآن بتلاتا ہے کہ ایک چھوٹی

سی جماعت کا باوجود خطرناک مقابلہ کے بڑھنا اس کی صداقت کی علامت ہے۔ پس ان دونوں معیاروں سے ہماری ہی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔ پھر ہمارے دشمن کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر رہے بلکہ خدا کا کر رہے ہیں اور ہمیں نقصان نہیں پہنچا رہے بلکہ اپنے لئے آپ پھانسی گاڑ رہے ہیں' ہمارے لئے خیر ہی خیر ہے اور انہیں کیلئے ہلاکت آئے گی۔

جلسہ پر آنے کی غرض اب میں اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ جو قادیان میں جلسہ کے موقع پر آتے ہیں تو اس میں آپ کی غرض کیا ہے اور اسے کس طرح حاصل کرنا چاہئے۔

اگرچہ جو کچھ میں کہنے والا ہوں وہ ایک قلیل جماعت کے متعلق ہے مگر جس کو کسی سے محبت اور الفت ہو وہ کہاں پسند کرتا ہے کہ کوئی بھی محروم رہے۔ بات یہ ہے کہ کئی لوگ لیکچر کے وقت ادھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں اور لیکچر نہیں سنتے۔ اگرچہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے تعداد کے لحاظ سے اس قسم کے لوگ بہت تھوڑے ہیں مگر مجھے محبت اور تعلق کی وجہ سے بہت نظر آتے ہیں کیونکہ مجھے اس بات پر افسوس آتا ہے کہ وہ کمائی جو انہوں نے محنت اور مشقّت سے کمائی ہوگی اسے یہاں آکر ضائع کر دیتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت خرچ کرکے اس کے انعام کے مستحق ہوں گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اس لئے میں خاص طور پر اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ جہاں تک ہوسکے تمام لیکچروں کے سننے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیا کرو۔ اگرچہ وہ لوگ جو اس وقت میرے پیش نظر ہیں پچاس ساٹھ سے زیادہ نہیں جو پانچ ہزار کے مجمع کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہیں۔ لیکن کیا کوئی ماں جس کے اگر ایک لاکھ بچے ہوں یہ پسند کرے گی کہ اس کا ایک بیٹا بھی بھٹی میں گر کر ہلاک ہوجائے' ہرگز نہیں۔ اسی طرح کیا اگر کسی کے ایک کروڑ بھائی بھی ہوں تو وہ یہ گوارا کرے گا کہ ان میں سے ایک دو کو ذبح کر دیا جائے' ہرگز نہیں۔ تو محبت اور الفت ایک دو کو نہیں دیکھتی بلکہ چاہتی ہے کہ سارے کے سارے کامیاب ہوں۔ کوئی ماں یہ پسند نہیں کرسکتی کہ اس کا کوئی بیٹا ادنیٰ حالت میں رہے' کوئی بھائی یہ پسند نہیں کرسکتا کہ اس کا کوئی بھائی خطرے میں پڑے' کوئی دوست یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ اس کا کوئی دوست نقصان اٹھائے بلکہ یہی چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے سارے کے سارے کامیاب ہوں۔ اس لئے میں بھی کہ تم سے بہت زیادہ محبت اور تعلق رکھتا ہوں نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ہوسکے اپنے

اوقات کو دین کی باتیں سننے میں لگاؤ- اگر تمہیں جلسہ میں بیٹھے ہوئے لیکچرار کی آواز نہ بھی سنائی دے تو پرواہ نہ کرو- انتظام کا قائم رکھنا بھی ایک نہایت ضروری اور لازمی امر ہے- اس طرح تمہیں کم از کم یہی مشق ہوجائے گی کہ دین کیلئے اگر تمہیں بیکار بھی بیٹھنا پڑے تو بھی بیٹھ سکو گے- یہ بھی ایک قربانی ہے کیونکہ اگر صرف مزے کیلئے لیکچر سنا جائے تو اس میں نفس بھی شامل ہوجاتا ہے- پس اگر کسی کو آواز نہ آئے تو بھی وہ بیٹھا رہے اور اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے-

کسی گذشتہ جلسہ کے موقع پر میں نے بتایا تھا کہ ایک دفعہ مسجد میں رسول کریم ﷺ نے کچھ لوگوں کو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ' عبداللہ بن مسعود جو گلی میں جارہے تھے آنحضرت ﷺ کی آواز سن کر وہیں بیٹھ گئے- اطاعت اور فرمانبرداری یہ ہوتی ہے- ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں تین شخص آئے' مجلس میں جگہ نہ تھی' ان میں سے ایک تو واپس چلا گیا' ایک پیچھے ہی بیٹھ گیا اور ایک نے کوشش کرکے آگے جگہ حاصل کرلی- رسول کریم ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اس مجلس میں تین شخص آئے تھے' ان میں سے ایک نے جب دیکھا کہ اس تک میری آواز نہیں پہنچتی تو وہ چلا گیا' دوسرے نے جانے سے شرم کی اور بیٹھ گیا' تیسرے نے کوشش کی اور گھُس کر آگے آبیٹھا- جو چلا گیا خدا نے اس سے منہ پھیر لیا اور جو جانے سے شرما گیا خدا نے بھی اس کے گناہوں سے چشم پوشی کی اور جو کوشش کرکے آگے آبیٹھا خدا نے بھی اس کو اپنے قرب میں جگہ دی- پس اگر تم میں سے بھی کسی کو آواز نہ آئے تو اس کیلئے یہ جائز نہیں کہ اُٹھ کر چلا جائے بلکہ وہ خود اپنے نفس کو وعظ کرے کہ اے نفس! تیرا ہی کوئی گناہ ہوگا جس کی وجہ سے مجھے پیچھے جگہ ملی ہے مَیں جو آگے نہیں بیٹھ سکا تو یہ میری ہی سستی ہے جس کی یہ سزا مجھے مل رہی ہے کہ آواز نہیں آتی- جب وہ اپنے نفس کو یہ وعظ کرے گا تو دوسرے موقع پر وہ پیچھے نہیں رہے گا بلکہ سٹیج کے پاس ہی بیٹھنے کی کوشش کرے گا-

پس آپ لوگوں کو چاہئے کہ اپنے اوقات کو ضائع نہ ہونے دیں- آپ میں سے بہت لوگ ہیں جنہیں سال میں ایک ہی دفعہ آنے کا موقع ملتا ہے اس لئے انہیں سوائے کسی اشدّ ضرورت کے جلسہ سے نہیں اٹھنا چاہئے- یہ بات میں اس لئے بھی کہتا ہوں کہ کئی ایسے دوست ہوتے ہیں جو پہلی بار ہی یہاں آتے ہیں اور بعض کے حافظے اس قسم کے ہوتے ہیں

کہ وہ ایک دفعہ کی بتائی ہوئی بات بھول جاتے ہیں' بعض ایسے ہوتے ہیں جنہیں بار بار کے بتانے پر اثر ہوتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کی یاد تازہ کرادی جائے تو وہ اطاعت میں اور زیادہ ترقی کرتے ہیں اس لئے میرا یہ کہنا اِنْشَاءَاللّٰہُ سب کیلئے مفید ہوگا- پس اپنے اوقات کو یہاں اچھی طرح صرف کرو اور فائدہ اٹھاؤ- مُرید ہونے کے یہ معنی نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اقرار کرلیا اور بس بلکہ یہ ہیں کہ جس کا مُرید بنا جائے اس کی ہدایات اور احکام کی اطاعت کرکے دینی فائدہ حاصل کیا جائے- ایسا شخص جو مُرید ہوکر کچھ فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے اس کیلئے کچھ شرائط ہیں جو نہایت ضروری اور مفید ہیں لیکن اب موقع نہیں ہے کہ ان تمام کومیں بیان کروں- ہاں میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو پھر کبھی بیان کروں- فی الحال میں ایک دو باتیں بتانی چاہتا ہوں-

حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ کسی نیک انسان کے پاس یا بابرکت مقام پر اخلاص سے جانا مشکل نہیں' ہاں وہاں سے اخلاص کے ساتھ لوٹنا مشکل ہے- کیوں؟ اس لئے کہ ایسے انسان نے اپنے ذہن میں عجیب عجیب نقشے بنائے ہوتے ہیں اور جب ان کو پورا ہوتا نہیں دیکھتا تو اسے ٹھوکر لگ جاتی ہے- کئی لوگوں کو جب خداتعالیٰ ہدایت دیتا ہے اور وہ بیعت کرتے ہیں تو سناتے ہیں کہ ہم نے تو آپ کے متعلق ایسا نقشہ کھینچا ہوا تھا کہ آپ ایک لمبا جُبّہ پہنے ہوں گے' ہاتھ میں بڑے بڑے منکوں کی تسبیح ہوگی' اِلاَّ اللّٰہ اِلاَّ اللّٰہ کے نعرے لگارہے ہوں گے- تھوڑا ہی عرصہ ہوا یہاں ایک شخص آیا مجھے کہنے لگا آپ نے کوٹ کیوں پہنا ہوا ہے- میں نے کہا کیا حرج ہے- اس نے کہا سنت کے خلاف ہے جُبّہ پہننا چاہئے- تو ہر رنگ کے انسان اپنی اپنی طرز کے مطابق کوئی نقشہ کھینچتے ہیں- جو صوفیوں کے ملنے والے ہوتے ہیں وہ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ قادیان میں لوگوں نے بڑی بڑی تسبیحیں گلے میں ڈالی ہوں گی' حلقے بنے ہوں گے اور قوالی ہورہی ہوگی لیکن یہاں آکر دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ وعظ اور لیکچر ہورہے ہیں' مسجدوں میں اِلاَّ اللّٰہ کے نعروں کی بجائے علمی مباحثات اور تبلیغ دین کی باتیں بھی ہوتی ہیں' اسی طرح ایک مولوی صاحب آتے ہیں ان کا خیال ہوتا ہے کہ قادیان میں تو تصوف کا نام و نشان تک نہ ہوگا- مگر یہاں وہ دیکھتے ہیں کہ نوافل پڑھے جاتے ہیں' ذکرالٰہی کیا جاتا ہے' روحانیت اور قلب کی اصلاح کیلئے اذکار کئے جاتے ہیں' یہی حال اور طبقات کے لوگوں کا ہے- وہ اپنے ذہن میں اپنے خیال کے مطابق ایک نقشہ تجویز کرلیتے ہیں

جو پورا نہیں ہوتا- یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اخلاص کے ساتھ آنا مشکل نہیں بلکہ جانا مشکل ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ بعض ایسی باتیں بیان کروں جو ان لوگوں کیلئے جو اس سلسلہ میں نئے داخل ہوئے ہیں یا جنہیں ابھی داخل ہونے کی توفیق نہیں ملی فائدہ مند ہوں اور ان کو حق کے قبول کرنے میں مدد دیں-

ہر بات کو احتیاط کی نظر سے دیکھنا چاہئے

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیشہ ہر بات کو غور، فکر اور احتیاط کی نظر سے دیکھنا چاہئے اور فیصلہ میں جلدی نہیں کرنی چاہئے- یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جس قدر لوگ یہاں جلسہ پر آتے ہیں وہ سارے کے سارے پڑھے پڑھائے اور سیکھے سکھائے نہیں آتے بلکہ ان میں سے کئی ایک ایسے بھی ہوتے ہیں جو پرانے خیالات کو لے کر پہلی دفعہ ہی آتے ہیں اس لئے اگر ان کی طرف سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو روا نہ ہو تو انہیں معذور سمجھنا چاہئے اور ان کی وجہ سے احمدیت پر کسی قسم کا حرف نہیں لانا چاہئے- مثلاً سندھ کے علاقہ کا کوئی شخص جہاں پیروں کے آگے سجدہ کیا جاتا ہے یہاں آئے اور آکر گردن ڈال دے تو پہلے تو وہ اپنے رواج کے مطابق ایسا ہی کرے گا بعد میں ہم اسے اٹھائیں گے اور بتائیں گے کہ یہ درست نہیں ہے- اب اگر کوئی اسے دیکھ کر یہ سمجھ لے کہ یہاں بھی پیرپرستی ہوتی ہے تو یہ اس کی جلد بازی ہوگی کیونکہ جس نے یہ حرکت کی ہے وہ تو یہاں اپنی اصلاح کیلئے آیا ہے- اگر وہ پہلے ہی سب کچھ جانتا اور ایسی باتوں میں گرفتار نہ ہوتا تو اسے یہاں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی- ہاں اب جبکہ وہ یہاں آگیا ہے ہم اسے پڑھائیں گے اور اس کے مرض کو درست کریں گے- تو اس قسم کی باتیں جو لوگ کرتے ہیں وہ نئے آنے والے ہوتے ہیں اس لئے ان کے کسی فعل کو ہماری جماعت کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے-

ہجوم میں طبائع کا اختلاف ضروری ہے

دوسرے یہ کہ ہجوم میں اختلاف ہونا ضروری بات ہے- حضرت خلیفہ اول اس کی مثال پگڑیوں سے دیا کرتے تھے- تو جس طرح لوگوں کی ان ظاہری چیزوں میں اختلاف ہوتا ہے اسی طرح طبائع میں بھی اختلاف ہوتا ہے اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے- لیکن بعض لوگ جب اپنی طبیعت کے خلاف کوئی بات دیکھتے ہیں تو ناراض ہوجاتے ہیں- مثلاً کئی لوگ جوش کی وجہ سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں مگر دوسرے اس پر چڑتے ہیں- مجھے تعجب آتا ہے کہ ان کے چڑنے

کی کیا وجہ ہے۔ مختلف طبائع ہیں جس طرح انہیں آگے بڑھنے والوں پر اعتراض ہے اسی طرح آگے بڑھنے والے بھی ان پر معترض ہیں کہ یہ لوگ کیوں ہماری طرح آگے نہیں بڑھتے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بھی اخلاص دکھانے کا ایک طریق ہے۔ بات یہ ہے کہ دونوں کے نزدیک الگ الگ اخلاص کا معیار ہے۔ ایک تو کہتے ہیں کہ خواہ پس جائیں آگے ہی جانا ہے۔ مفتی محمد صادق صاحب سناتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے آخری سال جو جلسہ ہوا اس میں ایک شخص مجمع میں سے پیچھے کھڑا ہوا دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ دیکھو نبیوں کا زمانہ روز روز نہیں آتا تو ایک دفعہ آگے جاکر حضرت مسیح موعودؑ سے مصافحہ کر ہی آ خواہ تیری ہڈی ہڈی کیوں نہ ٹوٹ جائے چنانچہ وہ مجمع میں گُھس گیا اور مصافحہ کر آیا۔ تو ایک اس طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں مگر دوسرے کہتے ہیں کہ مجمع میں لڑکتے جانا کہاں کا ادب ہے' اس طرح خواہ مخواہ تکلیف دی جاتی ہے۔ یہ دونوں کے اخلاص کی باتیں ہیں اور دونوں پھل پائیں گے اس لئے کسی کو ایک دوسرے پر چڑنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر بعض سختی اور تشدد سے میرے پاس سے دوسروں کو ہٹانا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ خدمت کر رہے ہیں انہیں چاہئے کہ رِفق اور ملائمت کا سلوک کریں' ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور ادب سے پیش آئیں تم سب ایک دوسرے کے بھائی ہو اور غیراحمدی جو آئے ہیں وہ ہمارے مہمان ہیں۔ پس تم انسانیت اور مراتب کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرو نہ کہ سختی اور بے ادبی سے پیش آؤ۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جب ایک دوسرے سے بدتہذیبی اور سختی کرکے لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم تو لنگوٹیے یار ہیں ہمارا کیا ہے۔ حالانکہ اگر وہ بچپن کے دوست ہیں تو انہیں چاہئے کہ ایک دوسرے کا اور بھی زیادہ ادب اور لحاظ کریں کیونکہ اگر دوست دوست کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا تو کیا دشمن کرے گا۔

آپ لوگ ایک دوسرے کا ادب کریں' قادیان والے باہر سے آنے والوں کا ادب کریں کہ وہ ان کے مہمان ہیں اور بیرونی احباب قادیان والوں کا ادب کریں کہ ان کا اکثر حصہ ایسا ہے جو اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر محض دین کی خاطر یہاں آگیا ہے۔ آپ لوگ میرے پاس یہاں آئے ہیں اور یہ لوگ میرے ملازم نہیں ہیں مگر رات کے دو دو بجے تک آپ لوگوں کی خاطر سردی میں کام کرتے رہتے ہیں۔ اگر ان لوگوں میں اخلاص اور محبت نہ ہوتی تو انہیں کیا ضرورت تھی کہ اپنے گھروں میں آرام کرنے کی بجائے سردی میں آدھی آدھی رات تک

آپ لوگوں کی خاطر تواضع میں لگے رہتے۔ اس کا انہیں کوئی انعام نہیں دیا جاتا بلکہ محض محبت اور اخلاص سے کام کرتے ہیں اس لئے تمہیں ان کی قدر کرنی چاہئے۔ اس کے بعد میں یہاں کے لوگوں کو کہتا ہوں کہ یہ لوگ جو دور دراز سے کرایہ خرچ کرکے اپنے کاروبار کو چھوڑ کر یہاں آتے ہیں یہ کوئی کھانے پینے کی خاطر نہیں آتے۔ کیا وہ اسی کرایہ کا جسے خرچ کرکے یہاں آتے ہیں گھر میں اچھے سے اچھا کھانا نہیں کھاسکتے مگر وہ یہاں خدا کی رضا حاصل کرنے کیلئے آتے ہیں۔ پس طرفین کو چاہئے کہ ایک دوسرے کا ادب اور لحاظ کریں۔ باہر سے آنے والے احباب یہاں کے رہنے والوں کی دقتیں اور مجبوریاں مدنظر رکھیں ہم انہیں کسی انتظام کیلئے مقرر کرتے ہیں اور وہ مجبور ہوتے ہیں کہ جیسا انہیں حکم دیا گیا ہے اسی طرح کریں لیکن لوگ ان پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں کہ کیوں ہمیں حسبِ منشاء ملنے کا موقع نہ دیا گیا۔ ہاں اگر کوئی ان سے سختی سے کلام کرتا یا درشتی سے روکتا ہے تو یہ اس کی نادانی ہے۔ وہ تو ہر روز ملتا ہے اس لئے اسے اس جذبہ کا احساس نہیں ہے جو کچھ دیر کے بعد ملنے والوں کے دل میں ہوتا ہے۔ اسے خیال کرنا چاہئے کہ ایک بھائی جو دوسرے بھائی کو کچھ عرصہ کے بعد ملتا ہے وہ اسے چمٹ جاتا ہے لیکن جو اس کے پاس رہتا ہے وہ ایسا نہیں کرتا۔ اس سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسے محبت کم ہوتی ہے بلکہ یہ ایک فطرتی بات ہے کہ دیر سے ملنے والے کے دل میں بہت جوش ہوتا ہے تو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔

یہ باتیں جو اس وقت میں نے بتائی ہیں اگر ان کو غور سے سنا اور ان کے مطابق عمل کیا جائے تو فتنے بہت کم ہوجائیں اس لئے ان کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری اور فائدہ بخش ہے ورنہ بڑا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ایک شخص اسی بات کی وجہ سے مرتد ہوگیا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھا کرتے تھے اور لوگ کوشش کرتے تھے کہ جس قدر جلدی ہوسکے ہم آپ کے پاس پہنچیں تاکہ قریب جگہ حاصل کرسکیں۔ ایک دن آپ نماز کے بعد بیٹھے اور اس شخص کے پاس سے کوئی شخص جلدی سے گذرا اور اس کی کُہنی اسے لگ گئی تو اسی پر اسے ابتلاء آگیا۔ گو یہ معمولی سی بات تھی لیکن ایسی باتوں کے متعلق بہت خیال رکھنا چاہئے تم لوگ اگر ان باتوں کو مدنظر رکھو گے تو بہت بڑا فائدہ حاصل کرو گے۔ پس اپنے جوشوں اور جذبات کو دباؤ اور نرم ہوجاؤ۔ جب انسان نرم ہوجاتا ہے تو پھر اس پر کوئی حملہ نہیں کرتا۔ مجھے یاد ہے بچپن میں ہم نے ایک کشتی رکھی ہوئی تھی' ارد گرد کے گاؤں کے

لڑکے اسے پانی میں لے جاتے اور توڑ ڈالتے۔ ایک دن میں نے کچھ لڑکوں کو مقرر کردیا کہ جب کوئی شخص کشتی لینے آئے تو مجھے خبر کرنا۔ چنانچہ جب کچھ لڑکے کشتی کو سیر کیلئے لے گئے تو انہوں نے مجھے اطلاع دی' میں ہاتھ میں سوٹی لے کر گیا کہ اس سے ان کو ماروں گا۔ وہ مجھے دیکھ کر کشتی کو چھوڑ کر بھاگے' ایک میرے سامنے سے گزرا اور میں نے تھپڑ مارنے کیلئے زور سے ہاتھ اٹھایا تو اس نے اپنا منہ میرے سامنے کردیا اور کہا کہ لو مرزا جی مارلو۔ اس کی یہ بات سن کر میرے اعصاب ڈھیلے ہوگئے اور ہاتھ بے اختیار گرگیا اور چھوڑ کر چلا آیا۔ تو نرمی ہر شخص کو جُھکادیتی ہے۔ پس وہ جو ایک دوسرے کے بھائی اور دوست ہوں ان سے اگر نرمی اور ملائمت کا سلوک کیا جائے تو وہ کیوں محبت اور الفت سے بھر کر آگے نہ جُھک جائیں گے۔

رسول کریمؐ کے اخلاق

آپ لوگ اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ ہم لوگ جس نبی کے پیرو ہیں وہ بڑے ہی اعلیٰ اخلاق والا انسان تھا۔ آپ ایسے اخلاق والا نہ کوئی پہلے ہوا ہے اور نہ کوئی ہوسکتا ہے' پھر آپ کے بروز حضرت مسیح موعودؑ کے بھی بے نظیر اخلاق تھے۔ اب تم خود ہی غور کرلو کہ ایسے نبیوں کے پیرو اور مرید ہوکر تمہیں کیسے اخلاق دکھانے چاہئیں۔ مجھے مسلمان کہلانے والوں پر تعجب ہی آیا کرتا ہے'اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے' رسول کریم ﷺ کی کوئی خوبی آپ کی طرف منسوب نہیں ہونے دیتے۔ قرآن کریم میں آنخضرت ﷺ کی بیشمار خوبیاں بیان کی گئی ہیں مگر یہ سب حضرت عیسیٰؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آنخضرت ﷺ کے متعلق مفسرین بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں فلاں آیت میں (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) آپ پر عتاب نازل ہوا۔ خداتعالیٰ تو فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:۳۲)۔ کہ لوگوں کو کہہ دو کہ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو مجھے اپنا محبوب بناؤ مگر وہ کہتے ہیں کہ آپ پر خداتعالیٰ عتاب ہی عتاب کرتا رہا ہے۔ وہ جن آیتوں کو عتابی قرار دیتے ہیں ان میں سے ایک کو پڑھ کر تو مجھے اتنا مزا آتا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اگر رسول اللہ سامنے ہوں تو آپ کو محبت سے چمٹ ہی جاؤں۔

خداتعالیٰ آپ کے اخلاق کے متعلق ایک بات بیان فرماتا ہے اور وہ یہ کہ عَبَسَ وَتَوَلّٰی۔ اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی (عبس:۲'۳)۔ اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرلیا کہ اس کے پاس ایک اندھا آگیا۔ مفسرین کہتے ہیں یہ عتابی آیت ہے اور اس میں خدا نے آنخضرت ﷺ کو یہ سزا دی ہے کہ آپ کو صیغہ غائب سے مخاطب کیا ہے اور ناراضگی کی وجہ سے

نام نہیں لیا کیونکہ جب آپ کے پاس اندھا آیا تو آپ نے تیوری چڑھائی اور اس کی طرف سے منہ پھیر لیا- اس پر خدا تعالیٰ کو ایسا غصہ آیا کہ آپ کو مخاطب کرنا پسند نہ کیا- لیکن نادان نہیں جانتے کہ یہ نہایت پیار اور محبت کا کلام ہے- کسی سے ناراضگی اور ناپسندیدگی کیوں کی جاتی ہے اسی لئے کہ اس پر اس کا اظہار ہوجائے اور وہ سمجھ لے کہ میری فلاں حرکت پر ناراضگی ہوئی ہے اور یہ حرکت بعض دفعہ بداخلاقی سمجھی جاتی ہے- لیکن اگر کسی کی کوئی بات ناپسند ہو اور اس ناپسندیدگی کا اظہار اس پر نہ کیا جائے تو یہ بدخلقی نہیں- بلکہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق میں سے ہے- مثلاً کوئی کسی کے بیٹے کو مار رہا ہو اور وہ پاس سے گذرے تو اپنے بیٹے کو پٹتا دیکھ کر اسے ناراضگی تو طبعاً ہونی چاہئے اوز ہوگی لیکن اگر وہ اس کو ظاہر نہ ہونے دے اور مارنے والے سے اپنی ناراضگی کو بالکل چھپائے رکھے تو یہ اس کا خُلق ہوگا نہ کہ بدخلقی- دنیا میں ناراضگی کا اظہار کئی طریق سے کیا جاتا ہے' کئی اس کا اظہار مارنے کے ذریعہ کرتے ہیں' کئی گالیوں کے ذریعہ کرتے ہیں' کئی درشت اور کرخت آواز سے کرتے ہیں- اور کئی چہرہ کی بناوٹ سے کرتے ہیں- اب یہ دیکھنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے جو اظہارِ ناپسندیدگی کیا تو کس طریق سے کیا- اسی طریق سے کہ تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا لیکن یہ ایسا طریق تھا کہ جس سے اندھے پر ہرگز ظاہر نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کی کسی حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ نہ تو وہ منہ کی بناوٹ کو دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی منہ پھیرنے کو معلوم کرسکتا تھا- پھر اس کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے بدخلقی کیا کی؟ اس کے ساتھ بدخُلقی تو تب ہوتی کہ اس کو کوئی گالی دی جاتی یا سختی سے کچھ کہا جاتا لیکن رسول کریم ﷺ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسا طریق اختیار کیا جس کا اسے احساس تک نہ ہوا-

پس یہ اعلیٰ درجہ کا خلق ہے نہ کہ بدخُلقی- یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں غائب کے صیغے استعمال کئے ہیں کیونکہ ان صیغوں میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ اس وقت رسول کریمؐ سے مخاطب نہیں بلکہ دوسرے لوگوں سے مخاطب ہے اور دوسرے لوگوں سے خطاب یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اخلاقِ حسنہ کا ذکر کرتا ہے کیونکہ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اس برگزیدہ رسول کی کوئی معمولی غلطی دیکھ کر (اگر اس غلطی کو مانا جائے) لوگوں کو اس غلطی پر آگاہ کرکے اس پر اسے شرمندہ کرے گا- میرے نزدیک تو غائب کے صیغے ہی بتارہے ہیں کہ عتاب نہیں خوبی کا اظہار ہے اور خدا تعالیٰ باقی دنیا کو

مخاطب کرکے کہتا ہے کہ دیکھو میرے رسول کے کیسے اخلاق ہیں کہ ایک اندھے کی ایک بات کو اس نے ناپسند کیا تو اس کا اظہار اس پر نہ ہونے دیا- اگر عتاب ہوتا تو پھر رسول اللہ ؐ کو مخاطب کیا جاتا- تا یہ نہ ثابت ہو کہ خداتعالیٰ اپنے محبوب کی شکایت دوسروں کے پاس کرتا ہے- یہ بات میں نے اس لئے بتائی ہے کہ ہم اس نبی کی امت ہیں جس کے ایسے اعلیٰ درجہ کے اخلاق تھے کہ آپ نہ چاہتے تھے کہ میری بات سے کسی کی دل شکنی نہ ہو- پس تمہاری بھی ہر ایک بات اور ہر ایک حرکت ایسی ہی ہونی چاہئے کہ جس سے کسی کی دل شکنی ہو-

معمولی باتوں پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے

بعض لوگوں کو مجمع میں ذرا سا دھکا لگ جائے تو ناراض ہوجاتے ہیں- وہ اگر میرے پاس کھڑے ہوں تو انہیں پتہ لگے کہ میری کیا حالت ہوتی ہے- مصافحہ کرتے وقت ایک صاحب ادھر کھینچتے ہیں تو دوسرے دوسری طرف اور تیسرے تیسری طرف- پھر جب ایک صاحب ہاتھ پکڑ لیتے ہیں تو دوسرے ان کی بجائے پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں- اس طرح میں کبھی ایک طرف اوندھا ہوجاتا ہوں اور کبھی دوسری طرف' کبھی آگے اور کبھی پیچھے- پس اگر ایسے مجمع میں دھکّے کی وجہ سے ناراضگی ہوسکتی ہے تو مجھے ناراض ہونا چاہئے تھا جس کی یہ حالت ہوتی ہے نہ کہ انہیں جن کو کوئی ایک آدھ دھکّا اتفاقاً لگ جاتا ہے- مگر مجھے تو اس سے خوشی ہی ہوتی ہے نہ کہ ناراضگی کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ میں اسی خاندان میں سے ہوں کہ جب وہ ہندوستان میں آیا تو سارا ملک اس کا دشمن اور خون کا پیاسا تھا لیکن رسول کریم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے یہ مقام حاصل ہوگیا ہے کہ اب لوگ پروانوں کی طرح ہم پر گرتے ہیں یہ خیال کرکے مجھے تو ہر دھکّے میں مزا ہی آجاتا ہے-

ایک دوسرے سے بڑھ کر اخلاق دکھاؤ

پس آپ لوگوں کو یہ بات مدنظر ہونی چاہئے کہ ایک دوسرے سے بڑھ کر اخلاق دکھائیں کیونکہ اگر ہم اعلیٰ اخلاق نہ دکھلائیں گے تو اور کون ہوگا جو دکھلائے گا- ہم حقیقی اسلام کے دعویدار ہیں اور رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں شامل ہیں- اگر ہمارے اخلاق کامل نہ ہوں گے تو اور کس کے ہوں گے- پس ہر ایک موقع پر ایک دوسرے کے ساتھ خلق اور پیار سے پیش آؤ اور ایسی محبت دکھلاؤ کہ اگر ایک کو دکھ ہو تو سب کو اس کا درد محسوس ہو- مومن ایک خدا کو ماننے والے ہیں اس لئے انہیں ایک ہی ہونا چاہئے اور ایسی محبت دکھانی چاہئے کہ

کسی کی کوئی ایسی کمزوری جس سے شریعت کا رکن نہ ٹوٹتا ہو بری نہ لگے۔ بھلا بتاؤ تو سہی اگر تم میں سے کوئی کھانا کھا رہا ہو اور غلاظت سے بھرا ہوا اس کا بچہ پاس آبیٹھے تو اسے برا لگے گا۔ ہرگز نہیں۔ اس قسم کی باتیں بُری تو غیر کی لگا کرتی ہیں اپنوں کی نہیں لگتیں لیکن جب تم ایک دوسرے کے بھائی ہو تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے ناراض ہو جاؤ۔ اگر کسی میں کوئی شرعی کمزوری ہو تو بھی نرمی سے سمجھاؤ' اس کیلئے دعائیں مانگو' محبت اور پیار سے نصیحت کرو کیونکہ محبت اور پیار کی بات جو اثر رکھتی ہے وہ سختی اور درشتی والی بات نہیں رکھتی۔ اس بات کو خوب یاد رکھو کہ اب زمانہ آپس کی لڑائی جھگڑے کا نہیں بلکہ بہت خطرناک ہے۔ میں یہ نہیں جانتا کہ مشیّتِ ایزدی کیا کرنے والی ہے مگر یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ کچھ ایسے امور ظاہر کرنے والی ہے جو دنیا میں اس سے پہلے اس نے کبھی ظاہر نہیں کیے اس لئے آپس میں محبت اور پیار بڑھاؤ۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص خدا کیلئے کسی سے محبت کرتا ہے قیامت کے دن خداتعالیٰ کا سایہ اس پر ہوگا۔ پس جب قیامت ایسے خطرناک اور روح فرسا وقت میں خدا کا سایہ ہوگا تو پھر اس دنیا میں کیوں نہ ہوگا اس لئے ایک دوسرے کے ساتھ خدا کیلئے ہی محبت کرو تاکہ اسی دنیا میں تم پر خدا کا سایہ ہو۔ پھر یہ بھی تو خیال کرو کہ اگر آپ لوگ بطور خود دنیامیں صادق دوستوں کی تلاش میں نکلتے تو کبھی نہ پاسکتے۔ اورنگزیب لکھتا ہے کہ مجھے ساری عمر میں ایک ہی صادق دوست ملا ہے لیکن تمہیں تو خداتعالیٰ نے تلاش کرکے صادق دوست بھیج دیئے ہیں۔ پھر کیسے افسوس اور رنج کی بات ہوگی اگر تم ان سے محبت اور الفت نہ پیدا کرو۔ پس تم آپس میں یگانگت اور محبت کا وہ نمونہ دکھلاؤ کہ عداوت اور نااتفاقی کے لفظ ہی تمہاری لغت سے مٹ جائیں۔

مَیں نے عورتوں میں بیان کیا تھا اور آپ لوگوں کے سامنے بھی کہتا ہوں کہ خدا کا محبوب بننا تو ایک بہت بڑی بات ہے اور مسلمان بننا بھی کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ پہلے تم انسان تو بنو جب کوئی انسان بن جائے تو پھر مسلمان بن سکتا ہے اور پھر خداتعالیٰ کا محبوب بھی بن سکتا ہے۔ انسان بننے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اخلاق سیکھ لو جو انسانیت کیلئے لازمی ہیں اس کے بعد مسلمان بننے کی باری آئے گی۔ اسلام گدھوں' بھیڑیوں اور کتوں وغیرہ حیوانوں کیلئے نہیں آیا بلکہ انسانوں کیلئے آیا ہے لیکن جن میں ان حیوانوں والے اخلاق اور عادات پائی جاتی ہیں وہ اسلام کے مستحق کہاں ہوسکتے ہیں۔ پس پہلے انسان بنو تو پھر مسلمان بن سکو گے۔ انسان

کیلئے یہ بہت ہی ضروری ہے کہ پہلے انسان بنے اور اپنے اندر سے درندگی کی تمام خصلتیں نکال دے کیونکہ جن میں یہ خصلتیں پائی جاتی ہیں وہ قرآن کریم سے پورا فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ پس انسان بن جاؤ تا آگے بڑھ سکو اور خدا کے محبوب بن جاؤ۔ خداتعالیٰ آپ لوگوں کو اس امر کی توفیق دے۔

بقیہ تقریر

(بعد نماز ظہر و عصر)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں اپنے دوستوں کو اصل مضمون کے شروع کرنے سے پہلے ایک اور نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ انہیں چاہئے کہ جب قادیان آیا کریں تو اتنی فرصت ضرور نکالا کریں کہ جلسہ کے سارے دن یہاں ٹھہر کر لیکچر سن سکیں بعض لوگ آتے پیچھے ہیں اور جانے کی پہلے تیاری کرنے لگ جاتے ہیں۔ میرا تو اس میں کوئی بھلا نہیں ہوتا میں تو صرف ان کی ہمدردی کیلئے کہتا ہوں کہ اپنے کاموں سے اگر دین کیلئے وہ وقت نکالیں گے تو یقیناً یقیناً ان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا ہاں فائدہ ضرور ہوگا۔ پس تمام لیکچروں کو تسلی اور اطمینان کے ساتھ سننا چاہئے۔ جہاں اتنا وقت دنیاوی دھندوں میں خرچ کیا جاتا ہے وہاں اس کام کیلئے بھی ضرور وقت نکالنا چاہئے جس کیلئے خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے جو یہ ہے۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (الذّٰریٰت:۵۷)۔ کیا کوئی انسان ایسا کرتا ہے کہ گھر سے تو ایک دوست کو ملنے کیلئے جائے مگر سارا دن اِدھر اُدھر پھرنے میں خرچ کردے اور شام کو دوست کے مکان سے باہر کھڑا ہو کر اسے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر واپس آجائے۔ پس جب ایک معمولی دوست کے متعلق ایسا نہیں کیا جاتا تو جب آپ لوگ خدا کیلئے یہاں آتے ہیں تو چاہئے کہ خدا کی راہ میں وقت بھی خرچ کیا کریں۔

اب میں اپنا مضمون شروع کرتا ہوں۔ میں نے آج کچھ نصائح بیان کرنی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا اور اس نے توفیق دی تو کل بھی کچھ بیان کروں گا لیکن اتنا بتادیتا ہوں کہ

جس بات کے بیان کرنے کا میں نے کل ارادہ کیا ہے میرے نزدیک وہ بہت اہم اور ضروری ہے۔ گو اس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے بہت کچھ لکھا ہے مگر پھر بھی اس کے دہرانے کی ضرورت ہے اور اس لئے ضرورت ہے کہ ہماری جماعت نے ابھی تک اسے سمجھا نہیں۔ اس لئے جو لوگ اسے غور سے سنیں گے ان کیلئے بہت بابرکت ہوگی اور اس سے بہت سے اندرونی اور بیرونی فتنوں کی اصلاح ہوجائے گی اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ لیکن جو بات میں اس وقت بیان کرنے لگا ہوں اگر آپ لوگ اس کو بھی مان لیں گے تو میں سمجھوں گا کہ مجھے آدھی کامیابی دنیامیں حاصل ہوگئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جب میں سناؤں گا تو اکثر لوگ کہیں گے کہ یہ کونسی بڑی بات ہے ہم تو پہلے ہی اس کو جانتے اور مانتے ہیں لیکن صرف لفظی ماننا کچھ نہیں ہوتا ماننا عملی ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ایک مثل ہے "سوگز واروں ایک گز نہ پھاڑوں"۔ وارنے کو تو سو گز وار دوں لیکن اگر مانگو تو ایک گز بھی پھاڑ کر نہ دوں۔ تو صرف زبانی کہہ دینا نہ تو اللہ کو خوش کرسکتا ہے اور نہ ہی اس سے انسان کو کچھ فائدہ ہوسکتا ہے اس لئے اگر آپ لوگ اس طریق سے مان گئے جو ماننے کا حق ہے تو میں سمجھوں گا کہ مجھے آدھی کامیابی حاصل ہوگئی ہے اور میرا آدھا کام باقی ہے جو اللہ تعالیٰ توفیق دے گا تو پھر سہی۔

تحصیلِ علم پر کیوں زور دیا جاتا ہے

میں نے اپنی کئی گذشتہ تقریروں میں اس امر پر بہت زور دیا ہے اور اب پھر اسی پر زور دیتا ہوں کہ علم ایک بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ میری خلافت کے زمانہ میں جس قدر بھی جلسے ہوئے ہیں قریب قریب تمام ہی جلسوں میں مَیں نے علم کو ایک اعلیٰ درجہ کی شئے قرار دینے اور اس کے سیکھنے کی طرف توجہ دلانے پر زور دیا ہے اس لئے شاید بعض لوگ کہیں کہ ہر دفعہ یہی بات سناتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ اگر خداتعالیٰ مجھے پچاس ساٹھ سال اور بھی زندگی دے تو میں یہی سناتا رہوں گا اور جب تک ہماری جماعت کا ایک انسان بھی اس کو چھوڑ رہا ہوگا اس وقت تک چپ نہ ہوں گا کیونکہ یہ بات ہی ایسی ہے۔ علم کوئی ایسی معمولی چیز نہیں کہ ایک دفعہ اس کے حاصل کرنے کی تاکید کرکے پھر چھوڑ دیا جائے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ بھی ایک دفعہ کہہ کر چھوڑ نہیں دیتا بلکہ باربار نبی اور رسول بھیجتا ہی رہتا ہے۔ قرآن کریم میں ایک ہی جگہ آٹھ دس انبیاء کا ذکر کرتا ہے جن میں سے ہر ایک آکر یہی کہتا ہے کہ خدا ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ تو مجھ سے پہلے نے بھی

کہہ دیا تھا۔ جنہوں نے ماننا تھا مان لیا اور جنہوں نے انکار کرنا تھا انکار کردیا اب پھر اس کے کہنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ایسا کہنا نادانی اور جہالت ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی رحیم و کریم ہے وہ اس وقت تک کہتا ہی رہتا ہے جب تک کہ تمام کی درستی نہ ہوجائے۔ پس ہمارا بھی فرض ہے کہ اس کی مخلوق جب تک کسی بات پر پورا پورا عمل نہیں کرتی اس وقت تک اس بات کو دہراتے ہی رہیں۔

کوئی علم نقصان رساں نہیں

سو میں آج پھر کہتا ہوں اور پھر بھی جتنی دفعہ موقع ملے گا یہی کہوں گا کہ علم سیکھو یہ بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور ایسی بابرکت اور مفید ہے کہ اس سے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ علم خواہ کسی چیز کا ہو برا نہیں ہوسکتا۔ شاید آپ میں سے کئی لوگ حیران ہوں اور ان کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ کیا چوری، ڈاکہ، زنا، جھوٹ، فریب، عیسائیت، یہودیت، دہریت وغیرہ وغیرہ کے علم بھی برے نہیں۔ اگر ہیں تو کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کوئی علم بُرا نہیں ہوسکتا لیکن اگر یہ سوال کرنے والے سوچیں گے تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ یہ علم بُرے نہیں بلکہ برا کچھ اور ہی ہے اور وہ ان کا استعمال کرنا ہے۔ دیکھو اگر چوری کے متعلق علم نہ ہو تو پولیس کس طرح چور کو پکڑ سکتی ہے اس سے معلوم ہؤا کہ چوری کا علم تو اچھا ہے ہاں چوری کرنا برا ہے، اسی طرح زنا کرنا برا ہے اس کا علم بُرا نہیں کیونکہ اگر علم نہ ہو تو ایک زانی کو وعظ و نصیحت کرکے اس سے باز نہیں رکھا جاسکتا، اسی طرح ڈاکے کا علم برا نہیں ڈاکہ ڈالنا برا ہے کیونکہ اگر علم نہ ہو تو پولیس ڈاکوؤں کو گرفتار نہیں کرسکتی۔ پھر دیکھو کیا قرآن کریم کے ذریعہ ہمیں بعض برائیوں کا علم ہوتا ہے یا نہیں۔ قرآن بتلاتا ہے کہ فلاں قوم نے یہ گناہ کیا اور فلاں نے یہ، اگر بری باتوں کا علم برا ہوتا تو پھر قرآن کریم کے ذریعہ خدا تعالیٰ کیوں سکھلاتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ علم کسی امر اور کسی چیز کا بھی برا نہیں ہوتا خواہ وہ چیز کیسی ہی ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذلیل سے ذلیل کیوں نہ ہو۔ علم ہر چیز کا خوبیاں اور فوائد ہی رکھتا ہے اور اس سے بڑے بڑے اعلیٰ نتائج نکلتے ہیں۔ اگر کہو کہ بعض علم اس قسم کے بھی ہیں جن کے نتائج بد نکلتے ہیں۔ مثلاً بعض قسم کے فلسفہ کی تعلیم ہے اس کے پڑھنے سے طالب علم دہریہ ہوجاتے ہیں اسی طرح سائنس کے بعض علوم جب لوگ پڑھتے اور غور کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہر چیز میں طاقت ہے اور مادی اسباب کے ماتحت قائم ہے، اس سے وہ خدا کے منکر ہوجاتے ہیں۔ یہ علم برے ہوئے یا

نہیں۔ یہ مان لیا کہ وہ علوم جن کے ساتھ عمل ہوتا ہے ان کا عمل برا ہوتا ہے علم برا نہیں ہوتا۔ مگر ایسے علوم جن کے ساتھ عمل نہیں وہ خود برے ہوئے کیونکہ ان کی وجہ سے ایمان ہی خراب ہوجاتا ہے اور خدا کا منکر بننا پڑتا ہے۔

اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ یہ علم بھی برے نہیں ہیں۔ کوئی فلسفی دہریہ کیوں ہوتا ہے؟ کیا اس لئے کہ واقعہ میں اسے کوئی ایسی دلیل ہاتھ آجاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ (نعوذ باللہ) خداتعالیٰ کی کوئی ہستی نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسی سچی دلیل ہے تو پھر تو خدا کو ماننا ہی نہیں چاہئے لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ فلسفہ کے علم کی وجہ سے دہریہ نہیں ہوتا بلکہ جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ خداتعالیٰ کے نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے مگر وہ کسی غلط بات کو دلیل سمجھ لیتا ہے۔ اسی طرح وہ سائنس کا پڑھنے والا جو خدا کا قائل نہیں رہتا وہ اس لئے خدا کا منکر نہیں ہوتا کہ نیچر سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی خدا نہیں ہے بلکہ نیچر کے غلط مشاہدہ کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہے۔ صحیفۂ قدرت تو بتارہا ہے کہ ضرور کوئی خدا ہے یا ہونا چاہئے۔ مگر وہ اس کا غلط استعمال کرتا ہے جو جہالت ہے نہ کہ علم اور یہی جہالت اسے دہریہ بناتی ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص منہ میں نوالہ ڈالنے کی بجائے ناک میں ڈالے اور اس کا ناک بند ہوجائے تو کیا کہو گے کہ نوالہ ڈالنے کے علم نے اس کا ناک بند کردیا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہی کہو گے کہ نوالہ ڈالنے کے متعلق علم نہ ہونے اور جہالت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ تو عقائد اور ایمان کو خراب کرنے والا کوئی علم نہیں بلکہ ناواقفیت ہے اور ناواقفیت کو علم نہیں کہتے بلکہ جہالت کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص سمجھ لے کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے ملازمت نہیں ملتی اور یہ سمجھ کر انگریزی نہ پڑھے اور ملازمت سے محروم رہے تو یہ نہیں کہیں گے کہ اس علم نے اسے ملازمت سے محروم رکھا بلکہ یہی کہیں گے کہ اس جہالت نے جسے اس نے علم قرار دے کر انگریزی نہ پڑھی تھی ملازمت سے اسے محروم رکھا ہے۔ پس ان مثالوں سے اچھی طرح ثابت ہوگیا ہے کہ کوئی بھی ایسا علم نہیں جو مضر ہو بلکہ ہر ایک علم مفید اور فائدہ بخش ہی ہے اور سب کے سب علم بابرکت ہوتے ہیں۔ ہاں چونکہ بعض علم ادنیٰ اور بعض اعلیٰ ضرور ہوتے ہیں اس لئے اگر کوئی اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو حاصل کرے اور اتنا فائدہ نہ اٹھاسکے جتنا اسے اٹھانا چاہئے تو اس کا یہ فعل برا ہوگا نہ کہ وہ علم برا ہوگا جو اس نے حاصل کیا تھا۔

پس یہ کہنا کہ علم حجاب الاکبر ہے ان معنوں کی رو سے درست نہیں ہے کہ واقعہ میں

علم کوئی حجاب ہوتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص صرف، نحو، منطق، معانی، حدیث، قرآن پڑھا ہوا ہوتا ہے مگر بوجہ تکبر اور ہیچومن دیگرے نیست کے دعویٰ کے ایک صداقت کا انکار کردیتا ہے اور خداتعالیٰ کے ایک نبی کو نہیں مانتا اور دوسروں کو اس کے ماننے سے روکتا ہے۔ لیکن کیا واقعہ میں قرآن کریم اور احادیث اور دوسرے علوم اس کے راستہ میں روک ہوئے ہیں اور ان کی رو سے وہ نبی سچا نہیں ثابت ہوا جسے اس نے قبول نہیں کیا۔ اگر ایسا ہے تو پھر تو وہ نبی جھوٹا اور نہ ماننے کے ہی قابل ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر علم کسی کیلئے صداقت کے قبول کرنے میں روک نہیں ہوا بلکہ تکبر اور نخوت اور جہالت روک ہوئی اور علم نے کسی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اس کے غلط استعمال نے صداقت سے دور کردیا اور غلط استعمال جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ علم کا۔ پس جہالت نے اس عالم کہلانے والے شخص کو تباہ کیا ہے، اس کے اس تکبر نے اسے ہلاک کیا کہ میں بڑا عالم ہوں حالانکہ یہ اس کی جہالت تھی۔ پس اگر کوئی مولوی، عالم اور پڑھا ہوا انسان غلطی اور دھوکا کھاتا ہے تو علم کی وجہ سے نہیں بلکہ ان باتوں کی وجہ سے جو وہ نہیں جانتا یا جن کو وہ نہیں سمجھتا اور وہ اس لئے صداقت کا انکار نہیں کرتا کہ صداقت کی علامات کو جانتا ہے بلکہ اس لئے کرتا ہے کہ وہ ان کو نہیں جانتا۔ مثلاً آج کل اگر ایک مولوی حضرت مسیح موعودؑ کے نبی ہونے سے انکار کرتا ہے تو اس لئے نہیں کہ قرآن کریم میں کسی نبی کی صداقت کی جو علامات بیان کی گئی ہیں وہ حضرت مرزا صاحب میں نہیں پائی جاتیں بلکہ اس لئے کہ اس نے انہیں پڑھ کر بھلادیا ہے یا ان کو سمجھ ہی نہیں سکا۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ میں فلاں بات جانتا ہوں حالانکہ درحقیقت وہ نہ جانتا ہو یا غلط طور پر جانتا ہو۔ تو کیا اس کے اس خیال سے کہ وہ اسے جانتا ہے وہ اس کا عالم ہو جائے گا۔ نہیں بلکہ وہ اس سے جاہل ہی رہے گا۔ مثلاً ایک شخص سانپ کو رسی سمجھ لے تو گو اپنے نزدیک وہ عالم ہی ہوگا مگر درحقیقت تو وہ جاہل ہی ہے۔ پس محض جاننے کا دعویٰ کرنا علم نہیں کہلاسکتا بلکہ صحیح طور پر جاننے کو علم کہتے ہیں اور اس سے فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہوگیا کہ جہالت ہی بری چیز ہے علم کوئی بھی برا نہیں ہے۔

اب میں یہ ثابت کرچکا ہوں کہ کوئی علم برا نہیں خواہ ادنیٰ علم ہو یا اعلیٰ سب اچھے اور مفید ہیں اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا ان کے

سیکھنے میں لگی رہتی ہے۔ ایک لڑکا جو انگریزی پڑھتا ہے ہزاروں روپے اس پر خرچ ہوجاتے ہیں تب وہ جاکر کہیں بی-اے پاس کرتا ہے۔ پھر بدنی تکلیف جو وہ اٹھاتا ہے جدا ہے' دماغ پر بوجھ پڑتا ہے اور بعض کی تو صحت بالکل خراب ہوجاتی ہے مگر والدین اسی پر زور دیتے ہیں کہ ضرور پڑھو اس لئے کہ وہ لڑکا اور اس کے والدین دونوں جانتے ہیں کہ بغیر حصول علم کے اس کی زندگی تباہ ہوگی۔ مگر علم حاصل کرنا آسان کام نہیں ہر ایک علم کے حاصل کرنے کیلئے محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک نجار اپنے بچہ کو نجاری سکھانے کیلئے بچپن سے ہی کام میں لگائے رکھتا ہے تب بڑی عمر میں جاکر وہ کچھ سیکھتا ہے' اسی طرح ایک لوہار اپنے بچے کو کام میں مصروف رکھتا ہے تب وہ کچھ کام کرنے کے قابل ہوسکتا ہے یہی حال اور علوم کا ہے۔ سب علوم کے حاصل کرنے میں محنت' مشقت' جان' مال' احساسات جذبات کو قربان کرنا پڑتا ہے' تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں' مال خرچ کرنا پڑتا ہے' آرام چھوڑنا پڑتا ہے' لیکن لوگ بڑی خوشی سے ان تکالیف کو برداشت کرتے ہیں۔ پس غور کرنا چاہئے کہ جب علم بغیر محنت کے نہیں حاصل ہوسکتا اور علم کے بغیر گذارہ بھی نہیں اور لوگ چھوٹے چھوٹے علوم کیلئے عمریں صرف کردیتے ہیں تو وہ علم جو سب علوم سے زیادہ مفید اور بابرکت ہے اس کیلئے کس قدر کوشش اور سعی کرنی چاہئے۔

خاص علم دنیا میں دو ہی علم ایسے ہیں جن کے نہ جاننے سے ہر فرد واحد کو نقصان ہوسکتا ہے' باقی کے نہ جاننے سے ہر ایک شخص کو نقصان نہیں ہوتا ہاں ان کے جاننے سے فائدہ ضرور ہوتا ہے اور وہ دو علم وہی ہیں جو رسول کریم ﷺ نے فرمائے ہیں۔ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَ بْدَانِ وَ عِلْمُ الْاَدْیَانِ۔ اصل میں علم دو ہی ہیں ایک جسموں کا علم اور دوسرے دینوں کا علم اور یہ دونوں اس قسم کے ہیں کہ ان کے نہ جاننے سے نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے کہ آپ نے کہیں جاتے ہوئے دیکھا کہ درمیان میں ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ارد گرد بڑا ہجوم ہے۔ آپ نے فرمایا یہاں کیا ہے کیوں لوگ کھڑے ہیں؟ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! ایک علامہ یعنی بڑا عالم ہے اس کے ارد گرد لوگ جمع ہیں۔ آپ نے فرمایا کس علم کا عالم ہے۔ عرض کی گئی شعر کہتا ہے' تاریخ کا واقف ہے' زبان دانی میں ماہر ہے۔ آپ نے فرمایا علم لا بضر جھلہ یہ علم تو ہیں لیکن ایسے کہ ان کے نہ جاننے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ تو کئی علم ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے نہ

جاننے کی وجہ سے نقصان نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کوئی تاریخ نہیں جانتا تو اس سے نہ تو اس کے دین میں کچھ نقص واقع ہوجائے گا اور نہ اس کی صحت میں فرق آجائے گا لیکن اگر حفظِ صحت کے قواعد سے ناواقف ہوگا تو اس کی صحت خراب ہوجائے گی اور اس کی وجہ سے دین کے احکام پر عمل کرنے میں بھی نقص پیدا ہوجائے گا اور اگر دین کا علم نہ ہو تو پھر تو بہت ہی زیادہ نقصان پہنچے گا۔ پس سب سے ضروری علم یہی دو ہیں۔ ایک جسموں کا علم دوسرا دینوں کا علم' لیکن ان میں بھی فرق ہے۔ جسموں کا علم تو ایک عارضی اور محدود زمانے سے تعلق رکھتا ہے' جب کوئی دنیا سے گذر گیا تو اس کا یہ علم بھی ختم ہوگیا اور اس کی اسے کچھ ضرورت نہ رہی کیونکہ اسے کوئی دکھ رہا نہ درد' نہ کسی علاج کی ضرورت رہی نہ کسی دوا کی' مگر دین کا علم صرف اسی دنیا سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ مرنے کے بعد دوسری دنیا سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ دیکھو اگر کسی کا جسم بیمار ہو اور وہ مرجائے تو اس دکھ سے اس کی نجات ہوجائے گی۔ لیکن اگر کسی کا دین بیمار ہو اور وہ مرجائے تو وہ اور بھی زیادہ تکلیف پائے گا کیونکہ یہ دنیا دارالعمل ہے اور اگلا جہان دارالمکافات۔ کام یہاں کرنا ہوتا ہے اور بدلہ وہاں ملتا ہے۔

پس جسم کا بیمار اگر مرجائے تو بیماری سے بچ جاتا ہے لیکن دین کا بیمار اگر مرجائے تو اصل بیماری اور دکھ اس کیلئے اسی وقت شروع ہوتا ہے اور پھر وہ ایسے غیر محدود عرصہ کیلئے ہوتا ہے کہ جس کی کوئی حدبندی نہیں ہوسکتی۔ یہاں کی سزائیں اور تکلیفیں تو ختم ہوجاتی ہیں مگر خداتعالیٰ کہتا ہے کہ وہاں کا دکھ ایسا ہوگا کہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کیلئے ہی ہے۔ دکھ اور درد تو ایک دن کا بھی بڑا ہوتا ہے ذرا کوئی تکلیف ہو تو انسان چاہتا ہے کہ مرکر اس سے چھوٹ جاؤں مگر وہاں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کروڑوں کروڑ سال کا دکھ ہوگا اور اتنا بڑا کہ جس کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ممکن ہے کہ کوئی انسان اندازہ کرسکے۔ رسول کریم ﷺ سے حدیثوں میں مروی ہے کہ اُس آگ کو اگر لاکھ دفعہ بھی ٹھنڈا کیا جائے تو بھی اس دنیا کی آگ سے زیادہ تیز ہوگی۔ اب خود سمجھ لو کہ جب اس آگ کو ایک منٹ کیلئے انسان کی انگلی برداشت نہیں کرسکتی تو اس آگ کو اس کا سارا جسم بے اندازہ عرصہ کیلئے کس طرح برداشت کرے گا۔ پس ہر ایک انسان کو چاہئے کہ اس علم کے حاصل کرنے کی خاص کوشش کرے کیونکہ اس کے دیکھنے سے وہ نہ صرف اس دنیا کے دکھوں سے بچ کر نفع حاصل کرسکتا ہے بلکہ اگلی دنیا کے عذابوں سے بھی بچ کر انعام و اکرام کا وارث ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ

ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَۃٍ -

کس علم کا حاصل کرنا ہر ایک مومن مرد و عورت پر فرض ہے

آج کل ہمارے انگریزی کے دلدادہ اصحاب لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے ہیں کہ دیکھو ہمیں رسول کریم ؐ نے انگریزی پڑھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ آپ نے فرمادیا ہوا ہے کہ علم کا حاصل کرنا ہر ایک مرد اور عورت کیلئے فرض ہے۔ انگریزی بھی چونکہ ایک علم ہے اس لئے اس کے متعلق بھی آپ کا حکم ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے پسند فرمایا ہے کہ مختلف علوم سیکھے جائیں مگر اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے جو پیش کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں آپ نے علم کا حاصل کرنا ہر ایک مومن مرد اور عورت کیلئے فرض قرار دیا ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک مومن اور مومنہ کیلئے لازمی اور ضروری ہے اور کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا اور جو اس پر عمل نہ کرے وہ گناہگار ہوگا۔ لیکن اگر اس علم سے مراد حساب' جغرافیہ' تاریخ' انگریزی وغیرہ علوم کا سیکھنا ہے تو ماننا پڑے گا کہ (نعوذباللہ) آنحضرت ﷺ خود گناہگار تھے کیونکہ آپ نے نہ تاریخ پڑھی' نہ جغرافیہ سیکھا' نہ حساب سیکھا' نہ انگریزی' حالانکہ آپ نے خود اس کو فرض قرار دیا تھا۔ پھر اکثر صحابہ بھی گناہگار ہوئے کہ وہ بھی ان علوم کو نہ جانتے تھے لیکن کوئی مسلمان یہ خیال بھی نہیں کرسکتا اس لئے اس حدیث کا یہ مطلب لینا بالکل غلط ہے کیونکہ اس طرح آنحضرت ﷺ اور بہت سے صحابہ کرام کو نعوذباللہ گناہگار قرار دینا پڑتا ہے کہ انہوں نے کیوں دنیا کے سارے علوم نہ سیکھے اور ان کے ماہر نہ ہوئے۔ اگر کہا جائے کہ رسول کریم ؐ کی عمر چونکہ بڑی ہوگئی تھی اس لئے آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو یہ بات بھی نہیں کہی جاسکتی کیونکہ نبی کو جب بھی کوئی حکم ہو وہ اسی وقت اس کی تعمیل کرتا ہے۔ کیا حضرت ابراہیم ؑ نے بڑی عمر میں ختنہ نہ کرایا تھا؟ تو نبی کو جو حکم ہو وہ ضرور اس پر عمل کرتا ہے مگر رسول کریم ؐ نے جو ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دنیاوی علوم کے متعلق نہیں بلکہ دینی علم کے متعلق ہے۔

پس اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ دین کا علم سیکھیں خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے' جوان ہوں یا بوڑھے' مرد ہوں یا عورتیں' لڑکے ہوں یا لڑکیاں' کیونکہ جب تک انہیں یہ حاصل نہ ہوگا خدا کے احکام پر عمل نہ کرسکیں گے اور جب عمل نہ کرسکیں گے تو نجات نہ ہوسکے گی۔ پھر جب رسول کریم ؐ نے

اس کو فرض قرار دے دیا ہے تو اس کو حاصل نہ کرنے والا اسی طرح گناہگار ہے جس طرح نماز نہ پڑھنے والا، روزہ نہ رکھنے والا، زکوٰۃ نہ دینے والا، خداتعالیٰ، قیامت، جنت، دوزخ، تقدیر کا انکار کرنے والا۔ پس ہر ایک مومن کیلئے اس کا سیکھنا ضروری ہے اور رسول کریمؐ ہی اس کو فرض قرار نہیں دیتے بلکہ خداتعالیٰ بھی فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر:۲۹) کہ خدا سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔ ان عالموں سے مراد علم انگریزی یا تاریخ یا جغرافیہ یا حساب کے عالم مراد نہیں بلکہ دینی علماء مراد ہیں کہ انہیں میں خداتعالیٰ کی خشیت ہوتی ہے اور چونکہ خشیت اللہ کا ہونا ہر ایک مومن کیلئے ضروری ہے اس لئے ثابت ہوگیا کہ دین کا علم حاصل کرنا بھی ہر ایک کیلئے ضروری اور فرض ہے۔

ظاہری لکھنے پڑھنے کے بغیر بھی انسان دین کا عالم ہوسکتا ہے

پس عِلم دین کا پڑھنا مسلمانوں کیلئے نہایت ضروری ہے اور جو نہیں پڑھتا اس میں سے خشیت اللہ نکل جاتی ہے اور وہ خدا کے پانے سے محروم ہوجاتا ہے۔ تم لوگ یہ مت سمجھو کہ عِلم دین کا حاصل کرنا کوئی ایسا مشکل کام ہے کہ تم اس کو نہیں کرسکتے اور یہ مت خیال کرو کہ ہماری عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ اگر اب پڑھنے بھی لگیں تو کچھ پڑھ لینے سے پہلے ہی موت آجائے گی کیونکہ علم دین سے مراد یہ لکھنا پڑھنا نہیں، گو یہ بھی اس کی ایک شاخ ضرور ہے مگر علم یہی نہیں ہے اور اس کے بغیر بھی ایک انسان دین کا عالم ہوسکتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوسکتا تو رسول کریم ﷺ کس طرح دین کے عالم ہوسکتے آپ نہ تو لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا۔ مگر میرا اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی لکھنا پڑھنا سیکھے ہی نہیں۔ اگر کوئی سیکھے گا تو ضرور فائدہ اٹھائے گا مگر علم دین اس کے بغیر بھی آسکتا ہے۔ جس طرح رسول کریمؐ اور صحابہ کرام کو آیا۔ ابتدائے ایام میں صرف سات آٹھ صحابہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس لئے اگر یہ مانا جائے کہ لکھنے پڑھنے کے بغیر کوئی عالم نہیں ہوسکتا تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نَعُوْذُبِاللّٰہ رسول کریمؐ اور آپ کے اکثر صحابہ جاہل تھے لیکن یہ غلط ہے۔ دنیا میں سب سے بڑا عالم اگر کوئی گزرا ہے اور اس کے بعد ایسا کوئی عالم نہیں ہوا اور نہ ہوگا تو وہ آنحضرت ﷺ ہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ لکھنے پڑھنے کے علاوہ بھی انسان دین کا عالم ہوسکتا ہے۔ یہاں ہی دیکھ لو حافظ روشن علی صاحب لکھ پڑھ نہیں سکتے ان کی نظر کمزور ہے لیکن انہوں نے اسی طرح علم سیکھا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کتاب پڑھ

کر سناتے یا سنواتے جاتے تھے اور وہ علم حاصل کرتے جاتے تھے۔ تو بغیر لکھنے پڑھنے کے بھی انسان علم سیکھ سکتا ہے اور اس طرح رسول کریم ﷺ کے اس حکم کو پورا کرسکتا ہے اور ان لوگوں میں شامل ہوسکتا ہے جن کے متعلق ارشاد ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ورنہ بغیر علم دین سیکھنے کے خشیت اللہ نہیں پیدا ہوسکتی اور جب تک خشیت اللہ نہ ہو کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلاں شخص مومن ہے گو خدا کا خوف اس کو نہیں ہے۔ ہرگز نہیں کیونکہ مومن وہی ہوتا ہے جس کو خدا کا خوف ہو اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ علم دین حاصل کیاجائے۔ پس کوئی مومن مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ علم دین نہ حاصل کرلے۔

ہمارے لئے علم دین سیکھنا کس قدر ضروری ہے

اب جبکہ علم دین کا حاصل کرنا اس قدر ضروری ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ اس کیلئے آپ لوگ کیا کوشش کرتے ہیں۔ ہم نے تمام دنیا کو اس لئے اپنا دشمن بنالیا ہے کہ سچے مومن بن جائیں۔ ہمارا مولویوں' صوفیوں' گدی نشینوں' امیروں اورغریبوں سے اس لئے جھگڑا ہے کہ ہم سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے لیکن اگر اتنی مخالفت اور اتنے جھگڑے کرکراکے ہم مومن نہ ہوئے تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ یہی مثل صادق آئے گی کہ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ ہمارے مخالفوں میں سے اکثر کو تو مرنے کے بعد سزا ہوگی۔ کہ کیوں تم نے ہمارے نبی کو نہ مانا مگر وہ اس دنیا کے آرام اور آسائش سے تو فائدہ اٹھا رہے ہیں لیکن ہم نے تو ان سے قطع تعلق کرکے دنیا کے فائدوں پر بھی لات ماردی ہے اب اگر ہمارا تعلق خداتعالیٰ سے بھی پیدا نہ ہوا تو پھر ہم کہیں کے بھی نہ رہے۔ یہ تو ایسی ہی مثال ہوگی کہ ایک بلند مینار ہے جس کے نیچے ہمارے مخالفین کھڑے ہیں اور ہم اس کے درمیان میں لٹک رہے ہیں۔ یہ درست ہوگا کہ جو لوگ نیچے کھڑے ہیں وہ مینار کے اوپر چڑھے ہوؤں کی طرح دور دور کا فرحت افزا نظارہ نہیں دیکھ سکتے' ٹھنڈی اور صحت بخش ہوا نہیں کھاسکتے' مقام عزت پر چڑھنے سے محروم ہیں لیکن ان کے پاؤں تو زمین پر ٹکے ہوئے ہیں۔ مگر وہ جنہوں نے زمین پر سے تو اپنے قدم اٹھالئے ہیں اور اوپر بھی نہیں پہنچے بلکہ درمیان میں ہی لٹک رہے ہیں ان سے زیادہ خطرناک حالت میں کون ہوسکتا ہے۔ پس جب ہم نے سب کو اس لئے ترک کردیا ہے کہ خداتعالیٰ کے مقرب ہوجائیں اور اس زمانہ میں جو اس نے روشنی کا مینار کھڑا کیا ہے اس کے

اوپر چڑھ جائیں اور اس پر چڑھنے کیلئے جب ہم نے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں، دوستوں اور تعلق رکھنے والوں کو ترک کردیا ہے، دنیاوی آرام و آسائش کی کوئی پرواہ نہیں کی، اپنے مال اور جائیداد کو ترک کرنے میں کوئی پس وپیش نہیں کیا، تو اب اگر ہمیں خداتعالیٰ بھی نہ ملا تو کیسے افسوس اور رنج کی بات ہوگی۔ اس سے سمجھ لو کہ علم دین کا حاصل کرنا آپ لوگوں کیلئے کس قدر ضروری ہے۔ اس کے متعلق آپ کو بارہا کہا گیا اور اب میں پھر کہتا ہوں اور جب تک خداتعالیٰ مجھے توفیق دے گا کہتا رہوں گا۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہت لوگ ایسے ہیں جو احمدی کہلاتے ہیں مگر توجہ نہیں کرتے کہ احمدیت ہے کیا، خداتعالیٰ نے ان کا کیا کام مقرر کیا ہے اور رسول کریمؐ نے ان کے ذمہ کون سے فرائض رکھے ہیں اور اسلام ان سے کیا چاہتا ہے۔

خدا کا دیدار کس طرح ہو سکتا ہے

آپ لوگ بتلائیں کہ کیا آپ میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اسے اپنے عزیز اور پیارے نظر نہ آئیں۔ یا وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہے اور وہ کچھ نہ دیکھ سکے۔ کوئی نہیں پسند کرتا۔ اب بتلاؤ جب کوئی اپنے بیوی بچوں، بہنوں، بھائیوں، دوستوں، رشتہ داروں کے دیکھنے کیلئے آنکھیں چاہتا ہے تو کیا خدا ہی ایک ایسی ہستی ہے کہ اس کے دیدار کیلئے وہ آنکھیں نہیں چاہتا۔ دنیا میں جب چھوٹے سے چھوٹے تعلق کیلئے انسان جانیں قربان کردیتے ہیں اور ذرا آنکھوں میں درد یا تکلیف ہو تو شور ڈال دیتے ہیں کہ ہائے ہمیں کچھ نظر نہیں آتا اور اگر کسی کی آنکھیں ضائع ہوجائیں تو وہ نہایت حسرت اور افسوس کے ساتھ کہتا ہے کہ ہائے میری تمام زندگی برباد ہوگئی تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مومن برداشت کرلے کہ اس کی ساری عمر یونہی گذر جائے اور وہ اندھا ہی اس دنیا سے چلا جائے اور خدا کا دیدار اسے نصیب نہ ہو۔ خداتعالیٰ کا دیدار تو علم دین سے ہی حاصل ہو سکتا ہے اور اسی کے ذریعہ وہ معرفت کی آنکھیں نصیب ہو سکتی ہیں جو خداتعالیٰ کو دیکھ سکتی ہیں اس لئے جو اسے حاصل کرے گا اسے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خدا کا دیدار نصیب ہوجائے گا اور جو نہیں کرے گا اسے نہ اس دنیا میں یہ نعمت حاصل ہوگی اور نہ آخرت میں ہوگی۔ جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسراء یل:۷۳)۔ کہ جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہی ہوگا یعنی جسے اس دنیا میں خدا کا دیدار نہیں ہوا اسے آخرت میں بھی

نہیں ہوگا- پس جب یہ بات ہے تو سمجھ لو کہ علم دین کا حاصل کرنا کتنا ضروری ہے اور نہ حاصل کرنا کس قدر نقصان دہ ہے-

علمِ دین کی دو قسمیں

لیکن یہ بات بھی یاد رکھو کہ دین کا علم بھی دو قسم کا ہوتا ہے اور جب تک دونوں کو حاصل نہ کیا جائے کوئی انسان کامیاب نہیں ہوسکتا- کیا اس وقت بہت سے مولوی ایسے نہیں جو نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ کا علم رکھتے ہیں مگر وہ اسلام سے ایسے ہی دور ہیں جیسے عیسائی اور ہندو وغیرہ بلکہ ان سے بھی زیادہ- ایک عیسائی اور ہندو کے دل میں تو کچھ نہ کچھ خدا کا خوف اور ڈر باقی ہوگا مگر ان کے دل میں کچھ بھی نہیں- تو محض نماز روزہ کے مسئلے جاننے سے دین کا علم نہیں آجاتا اور نہ ان مسائل کے جاننے سے اس وقت تک کچھ فائدہ ہوسکتا ہے جب تک کہ انسان روحانیت کا علم نہ سیکھے- نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، انبیاء، فرشتے، جنت، دوزخ وغیرہ امور ظاہری شریعت سے ہیں ان کے ساتھ جب تک روحانیت کا علم نہ ہو جو تقویٰ کہلاتا ہے اس وقت تک ظاہری علم سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی عالم دین کہلاسکتا ہے- پس علم دین سیکھنے کی ہدایت کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ ان دونوں علموں کو سیکھو- ظاہری کو بھی اور باطنی کو بھی- اور یہ خوب یاد رکھو کہ ظاہری علم کے بغیر باطنی علم نہیں آسکتا اور باطنی علم کے بغیر ظاہری کچھ فائدہ نہیں دے سکتا- دیکھو کوئی اخروٹ اور بادام کی گری اس وقت تک نہیں پک سکتی جب تک کہ اس پر چھلکا نہ ہو اور کوئی آم اس وقت تک رَس نہیں دے سکتا جب تک کہ اس پر چھلکے کا خول موجود نہ ہو- اسی طرح کوئی خربوزہ اس وقت تک گودا نہیں پکاسکتا جب تک کہ اس پر چھلکا نہ ہو- پس جس طرح اخروٹ یا بادام کی گری، آم کا رس اور خربوزہ کا گودا خول کے اندر تیار ہوتا ہے اسی طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج چھلکے ہیں جن کے اندر تقویٰ کا گودا تیار ہوتا ہے اور جب تک تقویٰ نہ ہو ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا- دیکھو اگر کوئی شخص آم کھاکر اس کا چھلکا کسی کو دے یا بادام اور اخروٹ کی گریاں نکال کر چھلکے آگے رکھ دے تو کیا کوئی اس پر خوش ہوگا- ہرگز نہیں بلکہ ناراض ہوگا- اسی سے سمجھ لو کہ جو انسان خدا کے آگے محض چھلکے رکھے جن میں مغز اور گودا نہ ہو اسے کس بات کی امید رکھنی چاہئے- کیا خدا اس سے خوش ہوگا اور اسے انعام دے گا ہرگز نہیں بلکہ سزا دے گا- اور کہے گا کہ یہ اس سے زیادہ مستوجبِ سزا ہے جو میرے پاس کچھ لایا ہی نہیں کیونکہ اس نے میری ہتک نہیں کی- لیکن

اس نے میرے سامنے چھلکے رکھ کر میری ہتک کی ہے۔

تو وہ انسان جو صرف ظاہری شریعت پر عمل کرتا ہے اور معرفتِ الٰہی' تقویٰ اللہ کا علم نہیں سیکھتا اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ ایک شخص اپنے افسر کے سامنے چھلکوں سے بھر کر تھال لے جاتا ہے- یا ایک بے جان جسم اور مردار پیش کرتا ہے- خدا ایسے لوگوں کو کہے گا کہ وہ دنیا ہی کے مردار خور تھے جن کو تم اس طرح خوش کرسکتے تھے میرے پاس اسے کیوں لائے انہیں کے پاس لے جاؤ میں اس مردار کو نہیں لینا چاہتا- تو خالی ان مسائل کے سیکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا روحانیت اور تقویٰ کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے کہ یہی اصل مغز اور گری ہے- مگر یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارا طریق ان لوگوں کی طرح بھی نہ ہو جو کہتے ہیں کہ ہم نے مغزِ شریعت کو حاصل کرلیا ہے- چھلکے کی کیا ضرورت ہے ہم کہتے ہیں کوئی ایسی گری دکھاؤ تو سہی جو بغیر چھلکے کے تیار ہوئی ہو- جب کوئی مغز بغیر چھلکے کے پک ہی نہیں سکتا اور خدا کہتا ہے کہ انسانی زندگی کا پھل اس کی موت کے وقت پکتا ہے تو ان لوگوں کو کہاں سے پکا پکایا مغز مل جاتا ہے کہ چھلکے کی انہیں ضرورت ہی نہیں رہتی- یہ محض طریقت کے دھوکا بازوں کا دھوکا ہے- کیا وہ رسول کریم ﷺ سے بھی بڑھ گئے ہیں کہ ان کو شریعت کے ظاہری احکام کی پابندی کی ضرورت نہیں رہی- کیا رسول کریم ﷺ نے نمازیں پڑھنی اور روزے رکھنے اس لئے چھوڑ دیئے تھے کہ آپ کا پھل پک گیا تھا ہرگز نہیں- پس جب آپ کا پھل وفات سے قبل نہیں پکا تھا تو اور کون ہے جس کا پک سکتا ہے- دراصل یہ پھل موت کے وقت ہی جاکر پکتا ہے خواہ کڑوا پکے یا میٹھا- دیکھو جس طرح پھلوں کے پکنے کا ایک موسم ہوتا ہے اسی طرح انسانی اعمال کے پھل کے پکنے کا بھی ایک موسم ہے اور وہ اس کی موت کی گھڑی ہے- جس طرح جب کوئی پھل پک جاتا ہے تو اسے توڑ لیا جاتا ہے اسی طرح جب انسان کا پھل پک جاتا ہے تو خداتعالیٰ اس کے توڑنے کیلئے فرشتے بھیج دیتا ہے جو اس پھل کو اس کے پاس لے جاتے ہیں آگے جاکر اگر وہ کڑوا نکلے تو پھینک دیا جاتا ہے اور اگر میٹھا ہو تو قبول کرلیا جاتا ہے- تو یہ مت خیال کرو کہ محض روحانیت کوئی چیز ہے یا محض ظاہری مسائل کچھ حقیقت رکھتے ہیں جب تک دونوں نہ ہوں کچھ حاصل نہیں ہوسکتا- پس اگر کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ ظاہری علم اور تقویٰ دونوں کو حاصل کرو- ان دونوں کے بغیر کوئی انسان مومن نہیں بن سکتا- میں آپ لوگوں کو تاکید کرتا ہوں کہ ان دونوں کے حاصل

کرنے کی پُرزور کوشش کریں خواہ دوسروں سے سن سن کر یا پوچھ پوچھ کر۔ خداتعالیٰ کو اس سے غرض نہیں کہ کس طرح کوئی علم دین حاصل کرتا ہے اگر لکھنے پڑھنے تک ہی ان علوم کا حاصل ہونا محدود ہوتا تو خداتعالیٰ آنحضرت ﷺ کو بھی لکھنا پڑھنا ضرور سکھلاتا مگر اس نے رسول کریم ﷺ کو لکھنے پڑھنے کی محنت سے بچا کر اور تمام عالموں سے بڑھ کر عالم بنا کر بتادیا کہ میرے تک پہنچنے اور میرا قرب حاصل کرنے کا علم ایسا ہے کہ اگر تم دنیا کا کوئی بھی علم نہ جانو تو بھی اسے سیکھ سکتے ہو۔ تو اس علم کے سیکھنے کیلئے ضروری نہیں کہ لکھنا پڑھنا بھی سیکھا جائے۔ دوسروں سے سن کر اور پوچھ کر بھی یہ علم سیکھا جاسکتا ہے۔ پس آپ لوگ اس کے سیکھنے کی پوری پوری کوشش کریں کہ اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔

علمِ دین حاصل کرنے کی کوشش کرو

اس وقت میں آپ لوگوں کی توجہ اس طرف پھیرنی چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت ایک تبلیغی جماعت ہے۔ ہم ساری دنیا کے لوگوں کو یہ کہتے ہیں۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

مگر سوال یہ ہے کہ جب ہم جانتے ہیں کہ نورِ خدا لوگوں کو پہنچانا ہمارا فرض ہے تو خود اس کے حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ اگر واقعہ میں دینِ اسلام' رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم نور ہے اور یقیناً نور ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہر ایک احمدی اس نور سے منور ہونے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس میں سُستی کرنا بتلاتا ہے کہ ایسے لوگوں کو اس پر کامل یقین نہیں ہے۔ دیکھو اگر کھانا موجود ہو اور کسی کو پورا یقین ہو کہ جس راستہ پر مَیں چلنے لگا ہوں اس میں ایک بڑا جنگل آنے والا ہے جس میں کھانے کی کوئی چیز نہ مل سکے گی اور اگر میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ہوئی تو میں ہلاک ہوجاؤں گا تو وہ ضرور اپنے ساتھ کھانا لے لے گا۔ پس جب جسم کیلئے ایسی احتیاط کی جاتی ہے تو جس کو یہ یقین ہو کہ اسلام کی تعلیم ایک ایسا نور ہے کہ جس کے بغیر زندگی محال ہے تو وہ اس کے حاصل کرنے میں کب سُستی کرے گا اس لئے جو دوست اس وقت تک اس طرف سے غافل ہوں انہیں جلد فکر کرنی چاہیئے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ مجھ پر کب موت آئے گی اور کب مجھے اس دنیا کو چھوڑ کر خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اس لئے آج ہی سے ہر ایک کو عہد کرلینا چاہیئے کہ اب میں

اس بارے میں ہرگز کوتاہی نہیں کروں گا- اگر اس پر اس علم کے سیکھتے سیکھتے موت آگئی تو وہ خدا کے حضور سرخرو ہوجائے گا- حدیث میں آتا ہے ایک گناہگار تھا وہ اپنے زمانہ کے مولویوں کے پاس گیا اور جاکر کہا کہ کیا میں اب گناہوں سے توبہ کرکے نجات پاسکتا ہوں- انہوں نے کہا نہیں- ان سے ناامید ہونے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ فلاں جگہ ایک بڑا بزرگ ہے وہ اس قسم کے لوگوں کیلئے توبہ کا دروازہ کھلا بتاتا ہے- یہ معلوم کرکے وہ اس کی طرف چل پڑا لیکن ابھی راستہ میں ہی تھا کہ اس کی جان نکل گئی' اس کے مرنے پر دوزخ اور بہشت کے فرشتوں میں بحث ہوئی- دوزخ کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ہمارا حق ہے ہمیں دیا جائے تا ہم اسے دوزخ میں ڈالیں کیونکہ گناہگاری کی حالت میں مرا ہے اور بہشت کے فرشتے کہتے تھے کہ ہمیں دیا جائے تا ہم اسے بہشت میں داخل کریں کیونکہ یہ توبہ کی خاطر جارہا تھا کہ مرگیا- آخر انہوں نے یہ معاملہ خداتعالیٰ کے حضور پیش کیا خداتعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں یہ مرا ہے وہاں سے دونوں طرفوں کو ناپو- یعنی جہاں سے وہ آیا تھا اسے بھی اور جدھر جاتا تھا اسے بھی اور جس طرف کا فاصلہ تھوڑا ہو اس کے مطابق اس سے سلوک کرو- پھر جس طرف وہ جارہا تھا اس کو خداتعالیٰ نے تنگ کردیا اور اس طرح وہ طرف کم ہوگئی اور جدھر سے وہ آرہا تھا وہ بڑھ گئی اس پر فیصلہ ہوا کہ بہشت میں بھیجا جائے- یہ ایک مثال ہے جسے خداتعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو بطور کشف دکھلایا ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ جس حالت پر انسان مرتا ہے اسی کے مطابق انسان سے معاملہ کیا جاتا ہے خواہ وہ حالت اپنے کمال کو نہ پہنچی ہو-

تو آپ لوگوں میں سے کوئی یہ مت سمجھے کہ اب میں بوڑھا ہوگیاہوں کیاکرسکتاہوں- وہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اگر اور کچھ نہیں کرسکتا تو اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش تو کرسکتا ہے اور خداتعالیٰ کے حضور کہہ سکتا ہے کہ جس دن تیرے ایک بندہ نے مجھے اس فرض کی طرف متوجہ کیا تھا اسی دن سے میں نے اس کے پورا کرنے کی کوشش شروع کردی تھی آگے موت میرے اختیار میں نہ تھی کہ نہ مرتا اور اس فرض کو انجام تک پہنچاتا یہ کہہ کر وہ خداتعالیٰ کی بخشش اور انعام کا مستحق ہوسکتا ہے- پس اس کیلئے آج ہی سے کوشش شروع کردو- یہ بہت افسوس اور رنج کی بات ہوگی کہ اب بھی ہماری جماعت کا کوئی فرد اس میں سستی اور کوتاہی کرے جس طرح بھی ہوسکے علم کے سیکھنے کی کوشش کرو- کیا کوئی مدرس صرف اس بات پر خوش ہوسکتا ہے کہ اس کی جماعت میں لڑکے تو بہت سے داخل ہوجائیں مگر وہ اپنا سبق یاد نہ

کریں- ہرگز نہیں اور کیا وہ لڑکوں کے صرف یہ کہہ دینے اور سبق نہ یاد کرنے سے راضی ہوسکتا ہے کہ ہمارا استاد بڑا قابل اور لائق ہے- قطعاً نہیں- پس آپ لوگوں کا بھی صرف یہ کہہ دینا کہ حضرت مرزا صاحب روحانیت کے بڑے اعلیٰ درجہ کے معلم تھے' رسول کریم ﷺ اسلام کے بے نظیر استاد تھے اس وقت تک کسی کام کا نہیں اور انہیں خوش نہیں کرسکتا جب تک کہ جو سبق وہ تمہیں دیتے ہیں اسے اچھی طرح یاد نہ کرو- کیا تم انہیں (نَعُوْذُبِاللّٰہِ) دنیا کے مدرسوں سے بھی کم درجہ کے سمجھتے ہو کہ صرف ان کی تعریف کرکے خوش کرنا چاہتے ہو اور اپنا سبق یاد کرکے نہیں سناتے- جب دنیا کے مدرس جو نوکر ہوکر لکھاتے پڑھاتے ہیں وہ طالب علموں کی صرف تعریف کردینے اور سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے خوش نہیں ہوسکتے تو پھر تمہیں کس طرح خیال ہے کہ محمد ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ محض تمہاری زبانی تعریفوں سے خوش ہوجائیں گے- وہ تو اسی وقت خوش ہوں گے جبکہ تم ان کے پڑھائے ہوئے سبقوں کو اچھی طرح یاد کرو گے اور جب تک انہیں یاد نہ کرو گے اس وقت تک ان برکات کو حاصل نہ کرسکو گے جو ان کے ذریعہ ملتی ہیں-

کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کہے کہ تیرنا بہت اچھا ہنر ہے مگر تیرنا نہ جانتا ہو اور پھر یہ شخص دریا کے کنارے کھڑا ہوکر کہے کہ اے دریا میں اس بات کا قائل ہوں کہ تیرنا بہت اچھا ہے اور دریا میں کود پڑے کیا وہ ڈوبے گا نہیں- ضرور ڈوبے گا اسی طرح صرف زبانی اقرار کرتے ہوئے کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم بہت اعلیٰ ہے اور حضرت مرزا صاحب کے فرمودہ احکام سب سچ ہیں درآنحالیکہ اس سمندر میں تیرنے سے محض نابلد ہو- اگر کوئی ایسا شخص اس سمندر میں اپنے آپ کو ڈالتا ہے تو وہ اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے- اس سمندر کی تہہ سے حکمت اور معرفت کے موتی اسی وقت ہاتھ آئیں گے جب آپ لوگ تیرنا سیکھیں گے اور اس کے تیراک بنیں گے- بعض اوقات پانی میں تیرنے والے بھی ڈوب جایا کرتے ہیں لیکن اس سمندر کا تیراک ایسا ہوتا ہے جو کبھی نہیں ڈوبتا پس اس میں تیرنا سیکھو اور اس کے بعد یقین رکھو کہ تمہیں گوہرِ مقصود حاصل ہوجائے گا-

دیکھو جب ہم پیاسے ہیں اور خدا کی معرفت کی ضرورت ہے اور اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ اس کے بغیر گذارہ نہیں تو پھر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ خدا کی معرفت کا پانی موجود ہوتے ہوئے ہم اس کو نہ پئیں- اگر ایک شخص کو سخت پیاس ہو اور اس کے

پاس ٹھنڈے پانی کی بھری ہوئی جھجری بھی موجود ہو لیکن وہ خود تو اس سے نہ پئے اور دوسروں کو کہے کہ تم پی لو تو وہ کہیں گے کہ جب تمہیں خود بھی پیاس ہے تو تم کیوں نہیں پیتے' تمہارا نہ پینا بتاتا ہے کہ یا تو جھجری میں پانی ہی نہیں ہے یا اگر ہے تو اس میں زہر ملا ہوا ہے جس سے ہم ہلاک ہوجائیں گے۔ یہی بات اس شخص کو کہی جائے گی جو دوسروں کو تو کہے کہ اسلام کی تعلیم سیکھو' رسول کریم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرو' حضرت مسیح موعودؑ کے احکام کو بجالاؤ کہ اس سے روحانی زندگی اور خداتعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے لیکن وہ خود ایسا نہ کرے اور جب اس سے پوچھا جائے کہ کیا تم خود ایسا کرتے ہو؟ تو وہ کہے کہ نہیں میں تو ایسا نہیں کرتا۔ پس جو شخص خود ان باتوں کو نہیں سیکھتا اور دوسروں کو سیکھنے کیلئے کہتا ہے وہ دراصل اسلام اور احمدیت کا دشمن ہے' احمدیت کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شکوک اور شبہات پیدا کرتا ہے کیونکہ جب وہ خود نہیں سیکھتا تو دوسرے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں ضرور کوئی نقص اور کمزوری ہے تبھی تو وہ خود نہیں سیکھتا۔ اس لئے آپ لوگوں کیلئے نہایت ضروری ہے کہ پہلے خود اس علم کو حاصل کریں اور پھر اوروں کو سیکھنے کی دعوت دیں۔

قرآن کریم کی خوبیاں

میرے دوستو! قرآن کریم کے اندر جس قدر خوبیاں ہیں میرے پاس ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ ان کو بیان کرسکوں اور اگر الفاظ ہوں بھی تو بھی کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو ان کو پورا پورا بیان کرسکے حتّٰی کہ محمد ﷺ بھی ایسا نہیں کرسکے کیونکہ قرآن کریم خداتعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اس کی خوبیوں کا اندازہ کوئی بھی انسان نہیں کرسکتا۔ پھر ایک انسان مخلوق ہے اور خدا کی حکمتیں غیرمحدود اس بے پایاں سمندر کا حال وہی جانتا ہے جو اس میں کودتا ہے اور جو کودتا ہے وہ بتا نہیں سکتا کہ اس نے کیا کچھ دیکھا اور جو کچھ بتائے وہ گو دوسروں کے موہنے اور انہیں والا وشیدا کرنے کیلئے کافی ہوتا ہے مگر اس سمندر کے مقابلہ میں قطرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ پس میں وہ الفاظ نہیں پاتا کہ جن کے ذریعہ قرآن کریم کی خوبیاں آپ لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کروں اور آپ کو مجبور کردوں کہ قرآن کریم کے مطالب اور معانی سے آگاہ ہونے کے فکر میں لگ جائیں۔ پھر میں کس طرح آپ کو سناؤں کہ قرآن کریم کا سیکھنا آپ لوگوں کیلئے بہت ہی ضروری ہے سوائے یہ کہنے کے کہ آپ خود ہی غور کریں اور دیکھیں کہ یہ کتنا اہم اور ضروری معاملہ ہے۔ دنیا میں لوگ کسی بات کی اہمیت جتلانے کیلئے کہا کرتے ہیں کہ یہ زندگی اور موت کا سوال ہے مگر

میرے پیارو یہ صرف ایک شخص کی زندگی اور موت کا سوال نہیں بلکہ سب دنیا کی زندگی اور موت کا سوال ہے اور صرف ایک زندگی اور ایک موت کا سوال نہیں بلکہ بے تعداد زندگیوں اور بے تعداد موتوں کا سوال کیونکہ باقی سب سوال اس جسم کی موت پر ختم ہوجاتے ہیں مگر یہ سوال اس کی موت تک ختم نہیں ہوتا- پھر کیا تم اس کو اتنی اہمیت بھی نہیں دے سکتے جتنی زندگی اور موت کے سوال کے وقت دیا کرتے ہو- خوب غور سے سن لو اور خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم ایک حجت اور غلبہ ہے' ایک دو دھاری تلوار ہے' اس کا ٹھیک استعمال جہاں دشمن کی ہلاکت اور تباہی کا باعث ہوتا ہے وہاں اگر اس کو اپنا دشمن بناؤ گے تو یہ تمہیں کو کاٹے گی- پس تم قرآن کریم کو مانتے ہوئے اسے اپنے خلاف استعمال کرنے کے مصداق نہ بنو بلکہ اس کے سیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرو- رسول کریم ﷺ نے ثابت کردیا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات کو تازہ کردیا ہے کہ جو کوئی قرآن کریم کا قائل ہوکر پھر اس کو ترک کرتا ہے یہ اس کے خلاف ایسی حجت بنتا ہے کہ جس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا-

خداتعالیٰ قرآن کریم کے متعلق ایک درد کا اظہار کرتا ہے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ پیارے اور محبوب کے منہ سے نکلی ہوئی بات زیادہ اثر کرتی ہے اس لئے خداتعالیٰ رسول کریم ﷺ کی زبانی ہی فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ہمارا رسول ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے صداقت کو قبول نہ کیا ہوگا قرآن کی طرف اشارہ کرکے کہے گا یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَاالْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا(الفرقان:۳۱)- اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل ترک کردیا- یعنی اس قرآن کو میری قوم نے بالکل چھوڑ دیا اور اس کو نہ سیکھا نہ سمجھا- یہ ایک نہایت مختصر سا فقرہ ہے مگر اس میں ایسا درد بھرا ہوا ہے کہ یہ میرے سامنے کبھی نہیں آیا کہ میرا دل اس کو پڑھ کر کانپ نہیں گیا- دیکھو رسول کریم ﷺ یہ نہیں فرماتے کہ اے میرے رب! میری قوم نے قرآن کو بالکل ترک کردیا حالانکہ یہی کہنا کافی تھا بلکہ کہتے ہیں یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا- اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا- یہاں هٰذا کا لفظ بہت ہی درد اور افسوس کو ظاہر کررہا ہے- فرماتے ہیں خدایا تونے میری قوم کو یہ ایسی اعلیٰ درجہ کی نعمت دی تھی اور ایسی بابرکت کتاب بخشی تھی کہ جس کی کوئی مثال نہ تھی مگر میری قوم نے اس کو بھی چھوڑ دیا- تو قرآن کریم اپنے اندر اس قدر

خوبیاں اور برکات رکھتا ہے کہ اس کا چھوڑنا سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ کوئی کس طرح گوارا کرسکتا ہے- رسول کریم ﷺ بھی حیرت سے فرماتے ہیں کہ الٰہی انہوں نے ایسے قرآن کو چھوڑ دیا- دھیلے دمڑی کی چیز کو تو کوئی چھوڑتا نہیں لیکن ایسے قرآن کو جس کے مقابلہ میں ساری دنیا کا مال و متاع بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتا چھوڑ دیا گیا- دیکھو اپنے آپ کو اس کیلئے تیار نہ کرو کہ رسول کریم ﷺ جس قوم کے متعلق یہ درد اور حیرت سے پُر فقرہ فرمائیں گے اس میں تم میں سے بھی کوئی شامل ہو- قرآن کریم کی خوبیاں اور برکات ایسی عظیم الشان اور بے نظیر ہیں کہ کوئی عزت اس کے جاننے سے بڑھ کر نہیں ہے- پس اس کے جاننے اور سمجھنے کیلئے جلدی دوڑو کہ یہ کوئی معمولی انعام نہیں اگر تمہیں اپنے پیاروں' عزیزوں' جائیدادوں وغیرہ کو قربان کرکے بھی یہ حاصل ہوجائے تو سمجھ لو کہ تمہارا ایک پیسہ بلکہ ایک دمڑی بھی خرچ نہیں ہوئی-

قرآن کریم سیکھنے کا موقع

آپ لوگوں کیلئے تو خدا تعالیٰ نے ایسا اعلیٰ موقع رکھا ہے جو بہتوں کو نصیب نہیں ہوا- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے قرآن کریم پڑھانے والے وہ لوگ تھے جو خود اس سے ناواقف اور غافل تھے اس لئے ان سے پڑھنا ایک مصیبت اور دکھ تھا- مگر اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے فضل کے ماتحت ایسے پڑھانے والے مقرر کردیئے ہیں کہ جن سے پڑھ کر بجائے کسی قسم کے بوجھ کے لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے- پہلے اگر قرآن پڑھا جاتا تھا تو مردوں کی قبروں پر' اگر ترجمہ سناتے تھے تو سننے والے جمائیاں لینے اور بیزار ہونے لگ جاتے تھے کیونکہ وہ کوئی دل لبھانے اور اثر ڈالنے والی بات نہ سناتے تھے مگر ہمارے علماء پر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ دروازے کھولے ہیں اور ان کو وہ موتی دیئے ہیں کہ جن کا کوئی نعمت مقابلہ نہیں کرسکتی- پہلے لوگ قرآن کریم کے موتیوں کو توڑ کر اور کوئلہ بنا کر پیش کرتے تھے مگر آج سچے موتی اور ہیرے دیئے جاتے ہیں اس لئے سننے والوں کے دل بجائے گھبرانے کے جوش اور لذت سے پُر ہوجاتے ہیں- پس اگر تم سے پہلے لوگ قرآن کریم کے سیکھنے سے پہلو تہی کرتے تھے تو وہ معذور تھے کیونکہ وہ کہہ سکتے تھے کہ ہمیں قرآن کریم کے ایسے معانی بتائے جاتے تھے جنہیں سن کر ہمیں نفرت اور کبیدگی پیدا ہوئی تھی مگر تم لوگ یہ نہیں کہہ سکتے تمہیں سنانے والے خدا کے فضل سے ایسے موجود ہیں جن سے سن کر تمہاری روح وجد میں آجاتی اور بارگاہ الٰہی

میں سجدہ کیلئے جُھک جاتی ہے پھر آپ کیا عذر کر سکتے ہیں۔

پس آپ لوگ قرآن کریم سیکھنے کی بہت جلد کوشش کریں اس سے بہتر موقع اور کوئی ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس وقت تمہارا قرآن کریم کو سیکھنا صرف علم حاصل کرنا نہیں بلکہ روح کی لذت اور سرور کو بھی حاصل کرنا ہے اس لئے تمہارے لئے نہایت ضروری ہے کہ اسے پڑھو اور اس کے مطالب سے آگاہ ہو۔ دیکھو ایک شخص تو ایسا ہو جسے نماز پڑھنے میں لذت نہ آتی ہو مگر وہ فرض سمجھ کر پڑھے اور ایک ایسا شخص ہو جسے نماز میں لذت اور سرور بھی آتا ہو ان میں سے پہلا اگر نماز پڑھنا چھوڑ دے گا تو گناہگار ہو گا لیکن اگر دوسرا چھوڑے گا تو بلعم کی طرح کتا قرار دیا جائے گا۔ آپ لوگوں کو قرآن کریم پڑھتے اور سنتے وقت لذت آتی ہے اور آپ لوگوں کو پڑھانے والے ایسی عمدگی سے پڑھاتے ہیں کہ جس سے عقل کو ترقی ہوتی ہے اور خداتعالیٰ کا جلال ظاہر ہوتا ہے اور زندہ خدا کا نقشہ سامنے کھچ جاتا ہے اس لئے آپ لوگ کوئی عذر نہیں کر سکتے۔

علمِ قرآن کس طرح حاصل کرنا چاہئے

کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ مجھے دوسروں کے پاس جاکر پڑھنے کی کیا ضرورت ہے اپنے طور پر اپنے گھر ہی سیکھ لوں گا۔ جس طرح آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ نے سیکھا میں بھی سیکھ لوں گا اور جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے کہا

دگر استاد را نامے نہ دانم
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

اسی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ میں دبستانِ محمدؐ میں پڑھنے والا ہوں مجھے کسی استاد کی کیا ضرورت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ دبستانِ محمدؐ کا ہی پڑھنے والا ہے کیونکہ اس کا استاد وہیں کا پڑھا ہؤا ہے مگر یہ شیطانی وسوسہ اور دھوکا ہوگا کہ کوئی کہے میں اپنے آپ ہی پڑھ لوں گا۔ دیکھو جب تک کوئی عمارت تیار نہیں ہوچکی ہوتی اس وقت تک اس کے اوپر پاڑ کے ذریعہ چڑھتے ہیں لیکن جب تیار ہوجاتی ہے اور سیڑھیاں بن جاتی ہیں تو پھر پاڑ کے ذریعہ نہیں چڑھتے بلکہ سیڑھیوں کے ذریعے چڑھتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے وقت کوئی ایسی شریعت نہ تھی جس پر چل کر انسان خداتعالیٰ تک پہنچ سکتا اس لئے اس وقت اسی بات کی ضرورت تھی کہ ایک ایسا نبی بھیجا جائے جو کسی شریعت کا پیرو نہ ہو بلکہ اس کے ذریعہ شریعت کی عمارت تیار کی

جائے لیکن اب جبکہ آپ کے ذریعہ شریعت مکمل ہوچکی ہے تو کسی کا یہ کہنا کہ میں اپنے طور پر ہی دین کے احکام سے واقف ہوجاؤں گا اور خدا کو پالوں گا درست نہیں ہوسکتا۔ پاڑ کے ذریعہ معمار ہی چڑھا کرتا ہے تاکہ عمارت کو مکمل کرے اور شریعتِ اسلام کی عمارت کو مکمل کرنے والا معمار حضرت محمد ﷺ ہی تھا اس لئے وہی اس ذریعہ سے چڑھا۔ آپ کے ذریعہ چونکہ وہ عمارت تکمیل کو پہنچ گئی اس لئے پاڑ اتار لی گئی اب اگر کوئی اس عمارت میں اپنے ہاتھ سے کیلے ٹھونک کر اوپر چڑھتا جائے گا تو وہ ناکام اور نامراد ہی رہے گا اور مستوجبِ سزا ہوگا۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کریم سیکھے اور اس ذریعہ سے اوپر چڑھے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جس طرح بغیر کسی سے پڑھے حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم کے معارف حاصل کرلئے تھے اسی طرح مَیں بھی خودبخود سیکھ لوں گا کیونکہ حضرت مرزا صاحب کے وقت قرآن کریم کے وہ معارف اور معانی جو رسول کریم ﷺ کے ذریعہ حاصل ہوئے تھے مٹ چکے تھے اور ان پر ظلمت اور جہالت کی سینکڑوں من مٹی پڑ چکی تھی۔ رسول کریم ﷺ کے وقت اسلام کی مثال تو ایک عمارت کی تھی اور حضرت مرزا صاحب کے وقت ایک گنبد کی کہ جس کا دروازہ مٹی سے بند ہوچکا تھا اور آپ نے آکر کھولا۔ اب جبکہ وہ دروازہ کھل گیا ہے تو کسی کا یہ کہنا کہ میں اس دروازہ کے ذریعہ اس کے اندر داخل نہیں ہوں گا بلکہ ایک طرف سے دیوار توڑ کر خود دروازہ بناؤں گا حددرجہ کی نادانی اور جہالت ہے۔ اب اسی راستہ سے کوئی داخل ہوسکتا ہے جو حضرت مرزا صاحب نے کھولا ہے پس آپ میں سے کوئی یہ مت خیال کرے کہ میں اپنے طور پر ہی بغیر کسی سے علم سیکھے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کے پڑھے بغیر قرآن کریم کے معارف سے آگاہ ہوجاؤں گا۔ تم خود ہی سوچو یہ کیسی بیوقوفی کی بات ہے کہ ایک دروازہ جو کھلا ہوا ہے اس سے تو کوئی داخل نہ ہو مگر خود دیوار توڑ کر دروازہ بنانے کی مشقت کا بار اٹھائے۔ یا ایک مکان کے اندر کسی کا محبوب اور پیارا بیٹھا ہو جسے دیکھنے کی اسے سخت تڑپ ہو اور ایک شخص آکر دروازہ کھول دے اور اسے کہے کہ اندر آجاؤ مگر وہ اس دروازہ سے تو اندر نہ آئے اور کہے کہ میں خود نیا دروازہ نکال کر اندر آؤں گا کیا یہ بات اس کی محبت اور تڑپ کا ثبوت ہوگی۔ ہرگز نہیں بلکہ محض نادانی اور جہالت ہوگی کیونکہ بلاوجہ وہ اپنے اوپر مشقّت کا بوجھ رکھتا ہے اور اس طرح اس کا اندر داخل ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔ لیکن اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ وہ اس طرح داخل

ہوجائے گا تو بھی یہ اس کی نادانی ہوگی اور اس کی محبت اور الفت پر ایک سخت دھبہ ہوگا کہ باوجود راستہ کے کھلا ہونے کے اتنی دیر بعد وہ اندر داخل ہوا ہے۔ پس آپ لوگوں میں سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ وہ اس دروازہ کو چھوڑ کر جو حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کے معارف کا کھولا ہے خود کوئی دروازہ کھول لے گا اور اس طرح داخل ہوجائے گا بلکہ اب داخل ہونے کا یقینی اور آسان ذریعہ یہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ ہی کے کھولے ہوئے دروازہ کے راستہ سے داخل ہوا جائے۔

جماعت احمدیہ میں جوش

آپ لوگوں کے اندر خداتعالیٰ نے جوش رکھا ہے اور جوش دینا بھی خداتعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ عام لوگ تو کہتے ہیں کہ جوش ایک دل کا فعل ہے مگر میں کہتا ہوں یہ بھی خدا ہی کا فضل ہے پس یہ جوش جو خدا نے تمہیں دیا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ میں دیکھتا ہوں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے ذریعہ اس جوش کا جو ہماری جماعت میں خداتعالیٰ نے رکھا ہے کس طرح اظہار ہوتا ہے۔ رات کو میں نے ایک شخص کے چند الفاظ سنے جو مجھے بہت ہی پیارے معلوم ہوئے اور اسی وقت میں نے لکھ لئے وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔

"لے بھائی اسماعیلا بھاویں پالے ہی مرجائیے پر رہنا ایتھے ہی ہے۔ آئے ہاں کاہدے واسطے۔"

اس کا ساتھی اُسے کہہ رہا تھا کہ آ باہر چل کر رہیں جہاں ہمارے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا ہے مگر وہ کہہ رہا تھا کہ میں تو خواہ سردی سے مرہی جاؤں تو بھی اسی مسجد (مسجد مبارک) میں رہوں گا۔ یہی فقرہ میرے جیسے انسان کیلئے یہ معلوم کرنے کیلئے کافی ہے کہ خداتعالیٰ نے ہماری جماعت کے لوگوں میں کس قدر جوش اور اخلاص رکھا ہے۔ میں ان الفاظ کا دیر تک لطف لیتا رہا اور خداتعالیٰ کا شکر کرتا رہا۔

جوش سے کام لو

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہماری جماعت میں نناوے فیصدی لوگ ایسے ہیں جن میں ایسا ہی جوش پایا جاتا ہے اور خداتعالیٰ کی یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے پس اس کو ضائع نہ کرنا چاہئے بلکہ اس سے کام لینا چاہئے۔ خداتعالیٰ کو یہ پسند نہیں آتا کہ اس کی طرف سے جو انعام ہو اس سے کام نہ لیا جاوے۔ آپ لوگوں میں اس نے اپنے فضل سے جوش تو پیدا کردیا ہے اب سوال یہ ہے کہ تمہیں اسے کس طرح استعمال کرنا

چاہئے۔ دیکھو یورپین لوگوں نے کس طرح خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو استعمال کرکے ان سے بڑے بڑے عظیم الشان فوائد حاصل کئے ہیں۔ یہ ریل گاڑی کیا ہے لوہے اور لکڑی کی بنی ہوئی ہے جس کو آگ اور پانی کے ذریعہ چلایا جاتا ہے۔ یہ وہی آگ ہے جو شہروں کو جلا کر خاک سیاہ کردیتی ہے مگر اس کو ایک قاعدہ کے ماتحت استعمال کرکے ہزاروں اور لاکھوں میل تک انسانوں اور مال واسباب کو پہنچایا جاتا ہے۔ پھر دیکھو یہی موم اور لکڑی ہے جس میں ایک قاعدہ کے ماتحت ترکیب دے کر آواز کو محفوظ کیا جاتا اور دوسروں تک پہنچایا جاتا ہے' اسی طرح یہی لوہا تیزاب اور پیتل ہے کہ جس کے ذریعہ دور دراز جگہ تک خبر پہنچائی جاتی ہے' پھر یہی ہوا ہے جس کو ایسے طریق سے استعمال کیا جاتا ہے کہ بغیر تار کے لاکھوں میل تک خبریں پہنچائی جاتی ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو باقاعدہ استعمال کرنے سے بڑے بڑے عظیم الشان نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو جوش دیا ہے اس لئے آپ کا فرض ہے کہ اس سے روحانی ریل' فونوگراف اور تار برقی بنائیں اور دنیا میں چلائیں اور صحیح طور پر چلائیں۔ دیکھو جب دریاؤں سے قاعدہ کے ماتحت نہریں نکالی جاتی ہیں تو وہ ملکوں کو شاداب بنادیتی ہیں مگر جب کوئی دریا بے قاعدہ طور پر ٹوٹتا ہے تو ہزاروں گاؤں اور بستیوں کو تباہ و برباد کردیتا ہے۔ پس تمہیں خدا تعالیٰ نے جو انعام دیا ہے اسے اگر قاعدہ کے ماتحت استعمال کرو گے تو فائدہ اٹھاؤ گے اور اگر بے قاعدہ استعمال کروگے تو نقصان پاؤ گے۔

کسی بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے ایک لڑکے کو دیکھ کر اس کے چہرہ کی بناوٹ اور امنگ سے اندازہ لگایا کہ یہ یا تو خطرناک اور پاجی انسان ہوگا یا بڑا ولی اللہ اور متقی ہوگا۔ یعنی اگر اس نے اپنے جوش اور امنگ کو صحیح طور پر استعمال کیا تو نیکی اور تقویٰ میں بڑھ جائے گا اور اگر غلط طریق سے استعمال کیا تو نہایت خطرناک انسان ہوجائے گا کیونکہ جوش اور امنگ کے یہی دو نتیجے نکلا کرتے ہیں۔ جس طرح بے قاعدہ بھڑکی ہوئی آگ اردگرد کی چیزوں کو جلا کر راکھ کردیتی ہے مگر باقاعدہ جلائی ہوئی آگ بڑے بڑے فوائد پہنچاتی ہے اسی طرح انسانی جوش اگر باقاعدہ استعمال کیا جائے تو ایسے ایسے تغیرات پیدا کردیتا ہے کہ جن کی نظیر دنیا میں موجود نہیں ہوتی لیکن اگر بے قاعدہ برتا جائے تو ایسے ایسے خطرناک مفاسد اور فتنے پیدا کرتا ہے کہ وہ بھی اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ آپ لوگوں میں جوش تو موجود ہے اب یہ آپ کا اختیار ہے کہ چاہے اسے دین کے سیکھنے' اسلام کے پھیلانے اور حق کی اشاعت کرنے میں لگادیں' چاہے

غلط طریق پر بھڑکنے دیں کہ دنیا کو تباہ کردے- دیکھو صحابہ کرام کے وقت لڑائی کی ضرورت تھی اس لئے وہ جوش کے ساتھ اپنی جانیں لے کر میدانِ مقابلہ میں نکلے اور جب تک مخالفین کے مقابلہ میں اس جوش کو استعمال کرتے رہے اس سے بڑی بڑی عظیم الشان کامیابیاں ظہور میں آئیں لیکن جب ان کے سامنے مخالفین نہ رہے تو اس آگ نے اپنے لوگوں کو ہی جلانا شروع کردیا- یہ ان کا وہی جوش تھا جو کفار کو تباہ اور برباد کرتا رہا مگر جب بے قاعدہ نکلنا شروع ہوا تو اپنوں ہی کو نقصان پہنچانے کا موجب ہوگیا- اس زمانہ میں وہ جوش جو ایک راستباز نبی کی جماعت کو ملا کرتا ہے وہ تمہیں ملا ہے تم اگر اس کو قاعدہ کے ماتحت کام میں لاؤ گے تو اس قدر انعام پاؤ گے کہ تمہارے گھر بھر جائیں گے لیکن اگر ٹھیک طور پر استعمال نہ کرو گے تو ایسے خطرناک اور تباہ کن نقصانات اٹھاؤ گے کہ جن کا خیال کرکے ہی دل کانپ اٹھتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں- پس جہاں تک ہوسکے تم علم دین کے سیکھنے کی کوشش کرو اور اپنے جوشوں کو اس کام میں لگاؤ- ورنہ میں نے اپنا فرض ادا کردیا ہے اور تمہیں بتادیا ہے کہ اگر اپنے جوشوں سے صحیح طور پر کام نہ لوگے تو پھر اللہ ہی حافظ ہے-

اب مَیں بتاتا ہوں کہ کس طرح تم اپنے جوشوں کو علم دین سیکھنے میں صرف کرو-

علمِ دین سیکھنے کا پہلا طریق

پہلا طریق تو یہ ہے کہ تمہارا ایک ایسے مرکز سے تعلق ہو جسے اس زمانہ میں خداتعالیٰ نے تمام دنیا کی اُم بنایا ہے اور خواہ کوئی مانے یا نہ مانے' اقرار کرے یا نہ کرے- لیکن درست بات یہی ہے کہ بچہ کی صحیح تربیت اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اس کی اپنی ماں کے دودھ سے پرورش ہو- بکری' گائے' بھینس کے دودھ سے بچہ پل توجاتا ہے مگر پوری طاقت اور قوت حاصل نہیں ہوسکتی اصل قوت ماں ہی کے دودھ سے حاصل ہوسکتی ہے- اس زمانہ میں خداتعالیٰ نے قادیان کو تمام دنیا کی بستیوں کی ام قرار دیا ہے اس لئے اب وہی بستی پورے طور پر روحانی زندگی پائے گی جو اس کی چھاتیوں سے دودھ پیئے گی اس لئے علم دین سیکھنے کا اصل اور کامل طریق یہی ہے کہ یہاں آکر سیکھا جائے- اگر کوئی کہے کہ دودھ تو دوردراز جگہوں میں بھی ڈبوں میں بند ہوکر جاتا ہے اسی سے کیوں نہ فائدہ اٹھالیں مگر کجا تازہ دودھ اور کجا باسی- بیشک یہ دودھ بھی ڈبوں (اخباروں) میں بھر کر باہر بھیجا جاتا ہے مگر اس میں وہی فرق ہے جو تازہ اور باسی دودھ میں ہوتا ہے- پس اگر تم لوگ واقعی اور حقیقی نفع حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہاں آکر کرو ورنہ ڈبوں کے ذریعہ تو ہم

پہنچاہی دیں گے۔
آپ لوگ شاید یہ کہیں کہ ہم سالانہ جلسہ پر جو آیا کرتے ہیں ہمارا یہی آنا کافی ہے مگر یہ ٹھیک نہیں ہے اس موقع پر اجمالی باتیں بتائیں جاتی ہیں اور کام کرنے کی تاکید کی جاتی ہے نہ کہ کچھ پڑھانے اور سکھانے کی فرصت ہوتی ہے اس کیلئے جلسہ کے ایام کے علاوہ ہی موقع ہوتا ہے اس لئے جلسہ کے علاوہ اور وقتوں میں بھی آنا چاہئے۔ جو دوست اور دنوں میں آتے ہیں انہوں نے چونکہ دیکھ لیا ہے کہ تازہ اور ڈبوں کے دودھ میں کیا فرق ہے اس لئے وہ کوئی چھٹی اور کوئی موقع ایسا نہیں جانے دیتے کہ یہاں نہیں آجاتے۔ خرچ کی تنگی برداشت کرتے ہیں' گھر کے آرام و آسائش کو ترک کرتے ہیں' بیوی بچوں سے جدا رہتے ہیں مگر آتے ضرور ہیں اور انہیں فائدہ بھی بہت پہنچتا ہے۔ ان کا بار بار آنا ہی بتاتا ہے کہ انہیں فائدہ حاصل ہوتا ہے ورنہ وہ کیوں آئیں تو یہاں آنا نہایت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے کوئی نہ کاٹا جائے گا۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں؟ اسی طرح ایک وہ وقت بھی آئے گا خدا ہماری اولادوں اور ان کی اولادوں کی اولادوں سے بھی پرے اسے پھینک دے جبکہ یہ دودھ سوکھ جائے گا لیکن یہ وقت آئے گا ضرور اس لئے تمہیں چاہئے کہ اس دودھ کو پیو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ سال میں صرف ایک دفعہ تمہارا آنا کوئی زیادہ مفید نہیں ہوسکتا مگر افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس طرف خیال نہیں کرتے۔ پھر پوری اور فائدہ بخش تعلیم استاد اسی وقت دے سکتا ہے جب کہ طالب علم سے اچھی طرح واقفیت بھی رکھتا ہو اور اس کی عادات کو خوب جانتا ہو مگر صرف جلسہ کے موقع پر آنے والے دوستوں سے ہمیں ایسی واقفیت نہیں ہوسکتی۔ بیسیوں لوگ ہوں گے جو مجھے چاروں جلسوں پر ملے ہوں گے اور انہوں نے اپنے نام بھی بتلائے ہوں گے لیکن پھر بھی مَیں انہیں نہیں پہچان سکتا کیونکہ اس قدر ہجوم میں کوئی پتہ نہیں رہتا اور تعلیم بغیر پوری واقفیت کے دی نہیں جاسکتی اور واقفیت اسی طرح ہوسکتی ہے کہ دوست باربار آئیں اور جلسہ کے ایام کے علاوہ اوقات میں آئیں۔ ایسی صورت میں معلوم ہوسکے گا کہ فلاں کو کس طریق سے پڑھانے کی ضرورت ہے اور فلاں کو کس علم کی حاجت۔ پھر اسی کے مطابق

اس کی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا- جو دوست یہاں آتے رہتے ہیں ان کو کسی نہ کسی رنگ میں تعلیم دی جاتی ہے اور انہیں بہت فائدہ ہوتا ہے- کوئی یہ نہ کہے کہ ہمارے پاس حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں جو موجود ہیں انہیں اپنے طور پر پڑھ کر ہی ہم دین کی باتوں سے آگاہ ہوجائیں گے کیونکہ یہ کتابیں قرآن کریم سے بڑھ کر نہیں ہیں مگر کیا قرآن کے موجود ہوتے ہوئے لوگ دین سے بے خبر نہ ہوگئے- ضرور ہوگئے- جس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے پاس شفایابی کا نسخہ تو موجود تھا لیکن اس کے استعمال کرانے والا کوئی نہ تھا- پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ بار بار یہاں آکر تعلیم حاصل کرو اور جو ضرورت ہو اس کے مطابق نسخہ تجویز کراؤ تاکہ فائدہ ہو-

ہاں یہ خوب یاد رکھو کہ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جو تمام علوم میں ماہر ہو- یا قرآن کریم کے تمام معانی اور معارف پر آگاہ ہو البتہ دین کا علم حاصل کرنے سے ایک ایسا ملکہ پیدا ہوجاتا ہے کہ اس کے بعد کوئی اعتراض نہیں ہوتا جس کا جواب نہ آجائے اور کوئی روحانی مشکل نہیں ہوتی جو حل نہ ہوجائے- جب یہ ملکہ پیدا ہوجائے تو پھر انسان کیلئے دینی علم کافی ہوجاتا ہے اور یہ اسی طرح پیدا ہوسکتا ہے کہ کسی استاد کے ذریعہ علم حاصل کیا جائے اسی ملکہ کے متعلق خداتعالیٰ فرماتا ہے- اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ- (الانعام:۱۲۲) بھلا بتاؤ تو سہی کہ ایک ایسا شخص جو مردہ ہو اور پھر ہم نے اسے زندہ کردیا ہو اور اس کیلئے ایک شمع پیدا کی ہو کہ جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہو اُس شخص کی طرح ہوسکتا ہے کہ جو اندھیرے سے باہر نہیں نکلتا- کافروں کو ان کے اعمال ایسے ہی خوبصورت کرکے دکھائیں گے- (یعنی شیطان نے ان کو ان کے اعمال ایسے خوبصورت کرکے دکھائے ہیں کہ وہ اُن کو چھوڑنا پسند ہی نہیں کرتے)-

اس ارشاد باری سے پتہ لگتا ہے کہ خداتعالیٰ نے مومن کیلئے صرف زندہ ہونا ہی کافی نہیں قرار دیا گیا بلکہ فرماتا ہے کہ اس کے پاس ایسا نور بھی ہونا چاہئے کہ خواہ وہ کیسے ہی خطرناک دشمنوں میں چلا جائے ذرا نہ گھبرائے- پس جب تک یہ ملکہ نہ پیدا ہو اس وقت تک انسان کامل انسان نہیں بن سکتا اور اس میں جس قدر وسعت علماء کی صحبت میں رہنے سے ہوسکتی ہے وہ کسی اور طریق سے نہیں ہوسکتی- چنانچہ دیکھ لو وہ لوگ جو اکثر قادیان آتے رہتے

ہیں ان پر اگر کوئی بڑے سے بڑا غیراحمدی مولوی بھی اعتراض کرے تو ذرا نہیں گھبراتے بلکہ دندان شکن جواب دے کر اس کا منہ بند کردیتے ہیں لیکن جو نہیں آتے ان میں یہ بات نہیں ہوتی۔ ان کی یہ کمی اُسی وقت دور ہوگی جبکہ وہ دین سیکھنے کیلئے خاص طور پر یہاں آکر رہیں گے۔ اس کیلئے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دینی علوم کے سیکھنے اور ان میں ملکہ پیدا کرنے کیلئے یہی ضروری نہیں ہوتا کہ لفظ پڑھائے جائیں بلکہ یہ بات ایک اور طرح بھی حاصل ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ ایک ایسی جگہ جس میں خداتعالیٰ نے برکت رکھی ہو اس سے اور ایسے انسان سے جسے خداتعالیٰ نے جماعت کے انتظام کیلئے کھڑا کیا ہو اس سے تعلق ہو اور اس کی صحبت میں بیٹھا جائے تو خواہ وہ سارے دن میں ایک لفظ بھی نہ بتائے تو بھی اٹھتے وقت پہلے کی نسبت زیادہ علم اور معرفت ہوگی۔ یہ ایک بہت بڑا اور اہم مضمون ہے کہ اس طریق سے کس طرح معرفتِ الٰہی اور دین میں ترقی ہوجاتی ہے اس وقت فرصت نہیں کہ اس کو بیان کروں ہاں اگر کوئی تجربہ کیلئے تیار ہو تو وہ اس طرح کرسکتا ہے کہ اپنے دل میں کچھ سوال رکھ کر میرے پاس بیٹھ جائے اور مجھے وہ سوال بتائے نہیں صرف پاس بیٹھا رہے پھر دیکھے کہ باتوں ہی باتوں میں اس☆ کے سوال حل ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس کیلئے قرآن کریم نے جو شرائط مقرر کی ہیں وہ میں پھر کبھی بتادوں گا ان کے مطابق جو عمل کرے گا وہ دیکھ لے گا کہ ہم خواہ کسی اور ہی مضمون پر ذکر کریں تو بھی اس کے شکوک مٹنے اور شبہات دور ہونے شروع ہوجائیں گے۔ یہ خداتعالیٰ کی طرف سے مقررہ سنت ہے اور میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفہ المسیح الاول کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھا ہے کہ خودبخود سوال حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ایسے وجودوں میں وہ برکات اور انوارِالٰہی ہوتے ہیں جن کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

پس میں آپ لوگوں کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ علم دین حاصل کرنے کیلئے قادیان آئیں اور

☆ ظاہری علوم اور باطنی علوم میں یہ ایک بہت بڑا فرق ہے کہ اول الذکر میں اسباب ظاہری کا زیادہ دخل ہوتا ہے اور باطنی علوم میں علوم باطنی کا۔ مسمریزم وغیرہ علوم کے ماہرین بھی دل سے دل کو بات پہنچادینے کا دعویٰ کرتے ہیں گو ان کا دعویٰ ثابت نہیں مگر اسے تسلیم بھی کرلیا جائے تو ضروری ہے کہ اول اس کا سوال معلوم ہو اور پھر جواب دینے والا خاص طور پر علیحدہ بیٹھ کر خاموشی سے اس پر توجہ ڈالے اور ایک وقت میں ایک ہی شخص سے معاملہ ہوسکے گا برخلاف اس کے روحانی اثرات چونکہ خداتعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں ان میں ان اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی اور پھر یہ یقینی ہوتے ہیں۔ مگر دنیاوی علوم محض ظنی اور شکی جن میں کثیر حصہ جھوٹ اور فریب کا شامل ہوتا ہے۔ خاکسار مرزا محمود احمد

اور بار بار آئیں اور آکر میرے پاس بیٹھیں اور مجھ سے اپنے آپ کو واقف کرائیں جو مشکل سوالات پیش آئیں انہیں پوچھیں ہاں قرآن کریم نے جو ادب سکھایا ہے اس کو مدنظر رکھیں کہ خداتعالیٰ بیہودہ اور لغو سوالات کو جن کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو جائز نہیں رکھتا اور ایسے سوالات کرنے والے انسان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی اس لئے تم وہی سوال کرو جس کا حل کرنا تمہارے لئے مشکل ہو۔ یا جو تمہارے دل میں کھٹکتا ہو نہ کہ سوال کرنے کی خاطر سوال کرو کیونکہ ایسا کرنا نورِ معرفت مٹا دیتا ہے اور دین سے دور پھینک دیتا ہے۔

دوسرا طریق

دوسرا طریق علم دین سیکھنے کا یہ ہے کہ بعض دوسرے مختلف مقامات میں قرآن کریم کا درس دیتے ہیں ان کے درس کو باقاعدہ طور پر سنو اور ان سے قرآن کریم سیکھو۔ میں نے شکایت سنی ہے کہ بعض جگہ کے لوگ درس میں شامل ہونے میں سستی کرتے ہیں ایسا نہیں چاہئے۔ خداتعالیٰ نے ان درس دینے والوں کو جتنا علم دیا ہے اتنے سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں مزا نہیں آتا اس لئے درس میں شامل نہیں ہوتے۔ میں کہتا ہوں وہ مزے کیلئے قرآن سنتے ہیں یا ایمان کیلئے' اگر محض مزے کیلئے سیکھتے ہیں تو ان کا سیکھنا نہ سیکھنے سے برا ہے لیکن اگر ایمان کیلئے سیکھتے ہیں تو خواہ ابتداء میں انہیں مزا نہ بھی آئے تو بھی سستی نہ کرنی چاہئے' آہستہ آہستہ انہیں ایسا مزا آنے لگ جائے گا کہ جو انہیں پہلے کبھی آیا ہی نہ ہوگا۔ پس ان مقامات پر جہاں درس ہوتا ہے مثلاً لاہور' امرتسر' پشاور' فیروزپور' گوجرانوالہ' شملہ' حیدر آباد دکن وہاں کے دوستوں کو چاہئے کہ کوشش کرکے شامل ہوں۔ اگر انہیں ایک نکتہ مل گیا تو بھی کوئی نقصان نہیں ہوگا بلکہ فائدہ ہی ہوگا اور جن مقامات پر درس نہیں ہوتے وہاں کے دوستوں کو اس کا انتظام کرنا چاہئے۔

تیسرا طریق

تیسرا طریق وہ ہے جس کا ابھی تک بعض مشکلات کی وجہ سے انتظام نہیں ہوسکا لیکن اب خدا کے فضل سے کسی حد تک انتظام ہوگیا ہے وہ اسباق القرآن کا طریق ہے۔ بہت سے سبق تیار ہوچکے ہیں اور انشاءاللہ جنوری سے شائع ہونے شروع ہوجائیں گے جو دوست ان کے ذریعہ علم حاصل کرنا چاہیں وہ اپنا نام دفتر ترقیٔ اسلام میں لکھادیں ان کو سبق چھپنے پر بھیج دیئے جایا کریں گے۔

چوتھا طریق

چوتھا طریق علم حاصل کرنے کا ایسا طریق ہے جو بہت ہی مفید ہے اور وہ یہ کہ جتنا علم خود آتا ہے وہ اپنے بیوی بچوں کو سکھایا جائے۔ کچھ لوگ تجربہ کرکے دیکھ

پس اس طرح کرنے سے ان کے اپنے علم میں بھی بہت ترقی ہوتی جائے گی- اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ پڑھانے سے علم بڑھتا ہے اور دوسرے یہ کہ جس طرح شیشہ کا عکس جب کسی دوسری چیز پر ڈالا جائے تو شعاعیں لوٹ کر اس پر بھی پڑتی ہیں' اسی طرح جب دوسروں کو پڑھانا شروع کیاجائے گا تو ان کا عکس لوٹ کر ان کے علم پر پڑتا ہے اور اس کا علم اور زیادہ روشن ہوجاتا ہے' پھر بیوی بچوں کو پڑھانے میں جو ثواب حاصل ہوگا وہ علیحدہ ہوگا- پس جس کو جتنا کچھ آتا ہے وہ باہر دوسروں کو بھی سکھائے اور گھر میں بیوی بچوں کو بھی پڑھائے- ہاں ایک بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ بعض اوقات شیطان جھوٹے اور غلط معنی سکھادیتا ہے اس کی بہت احتیاط کرنی چاہئے- اگر کسی کے دل میں کوئی اس قسم کی بات پیدا ہو جس کی تصدیق رسول کریمؐ کی احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے اسے نہ ملتی ہو تو وہ اس کو لکھ لے اور یہاں آکر میرے سامنے پیش کرے' یہاں سے اگر اس کے صحیح اور درست ہونے کی تصدیق ہوجائے تو پھر دوسروں کے سامنے بیان کرے-

پانچواں طریق پانچواں طریق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھی جائیں- آپ کو خداتعالیٰ نے قرآن کریم کی خاص معرفت اور علم دیا تھا آپ فرماتے ہیں کہ ہر نبی نے کوئی نہ کوئی حربہ چلایا ہے مجھے قرآن کریم کا حربہ ملا ہے پس چونکہ آپ کی کتب قرآن کریم کی بے نظیر تفسیر ہیں اس لئے ان کا پڑھنا نہایت ضروری ہے-

مجھے بھی خداتعالیٰ نے خاص طور پر قرآن کریم کا علم بخشا ہے مگر جب میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں پڑھتا ہوں تو ان سے نئے نئے معارف اور نکات ہی حاصل ہوتے ہیں اور اگر ایک ہی عبارت کو دس دفعہ پڑھوں تو دس ہی نئے معارف حاصل ہوتے ہیں' براہین احمدیہ کو میں کئی مہینوں میں ختم کرسکا تھا- میں بڑا پڑھنے والا ہوں کئی کئی سو صفحے لگاتار پڑھ جاتا ہوں مگر براہین کو پڑھتے ہوئے اس وجہ سے اتنی دیر لگی کہ کچھ سطریں پڑھتا تو اس قدر مطالب اور نکتے ذہن میں آنے شروع ہوجاتے کہ آگے نہ پڑھ سکتا اور وہیں کتاب رکھ کر لطف اٹھانے لگ جاتا- چونکہ براہین احمدیہ قرآن کریم ہی کی تفسیر ہے اس لئے اس کے پڑھنے سے بھی نئے نئے مطالب سوجھتے ہیں یہی حال حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری کتابوں کا ہے اس لئے ان کو ضرور پڑھنا چاہئے- دیکھو اس زمانہ میں شیطان اپنے پورے زور اور ساری قوت سے اسلام پر حملہ آور ہورہا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا سر کچلنے کیلئے ایک

جماعت تیار کی ہے اس لئے جو شخص اس میں اپنا نام داخل کرائے گا اس پر شیطان ضرور حملہ آور ہوگا کیونکہ ہر ایک اپنے دشمن پر حملہ کرتا ہے چونکہ ہر ایک احمدی شیطان کا دشمن ہے اور چاہتا ہے کہ جہاں اسے پاؤں پیس ڈالوں اس لئے شیطان بھی اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ میرا داؤ چلے تو میں اسے پیس ڈالوں- اس لئے ہماری شیطان کے ساتھ جنگ ہے اور ہم اس کے مقابلہ کیلئے میدانِ جنگ میں نکلے ہیں لیکن اگر ہم نہتے اور بغیر اسلحہ کے ہوں گے تو سمجھ لو کہ ہمارے لئے کس قدر خطرہ کا مقام ہے- پس ہمارے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ ہمارے ہاتھ میں نہایت تیز اور آب دار تلوار ہو اور وہ تلوار حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں ہیں- دراصل تو قرآن کریم ہی تلوار ہے مگر چونکہ وہ بھی قرآن کریم ہی کی تفسیر ہیں اس لئے وہ بھی تلوار کا ہی کام دیتی ہیں-

تو قرآن کریم پڑھو اور اس کے سمجھنے کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کو خوب یاد کرو یہ تمہارے ہاتھ میں ایسا زبردست اور قوی ہتھیار ہوگا کہ جس کو دیکھتے ہی شیطان بھاگ جائے گا- کسی دشمن کو اسی وقت حملہ آور ہونے کی جرأت ہوتی ہے جبکہ وہ دوسرے کو نہتا اور کمزور دیکھتا ہے لیکن جب اسے معلوم ہو کہ میرا مدمقابل نہ صرف قوی اور بہادر ہے بلکہ اس کے ہاتھ میں نہایت تیز اور مضبوط تلوار بھی ہے تو پھر وہ حملہ کرنے کی کبھی جرأت نہیں کرسکتا- آپ لوگ خداتعالیٰ کے فضل سے بہادر تو ہیں اور دین کیلئے جان تک دینے کیلئے تیار ہیں لیکن صرف بہادری سے ہی کام نہیں چلتا جب تک کہ آپ لوگوں کے ہاتھوں میں زبردست ہتھیار نہ ہوں- پس ان ہتھیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرو جب ان کو حاصل کرلو گے تو پھر کوئی دشمن تمہارے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا- شیطان ایک نہایت ہی بزدل اور ڈرپوک ہستی ہے اور اس کے ہتھیار بالکل کند اور زنگ خوردہ ہیں وہ ہرگز تمہارے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرے گا بلکہ دور سے دیکھ کر ہی بھاگ جائے گا- پس ان ہتھیاروں سے مسلح ہونے کی کوشش کرو تا کامیابی حاصل کرسکو-

چھٹا طریق

چھٹا طریق ایسا ہے جس کی طرف متوجہ کرنے کا مجھے ایک مدت سے خیال ہے لیکن ایک مجبوری کی وجہ سے اسے بیان نہیں کرسکتا تھا- وہ مجبوری یہ ہے کہ یہاں کے اخباروں میں سے ایک کے ساتھ میں بھی تعلق رکھتا ہوں چونکہ مجھ میں بڑی غیرت ہے اس لئے یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ اخبارات کے ذریعہ بہت بڑا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے

میں نے اخبارات اور رسالے خریدنے کی طرف توجہ نہیں دلائی کیونکہ ایک اخبار سے مجھے بھی تعلق ہے اس کیلئے میں نے سوچا کہ اس اخبار کو کسی اور کے سپرد کردوں اور موجودہ تعلق کو ہٹا کر تحریک کروں مگر اس وجہ سے کہ ابھی تک وہ اخبار گزشتہ گھاٹے میں ہے کسی کے سپرد نہیں کرسکا- اب ایک اور طریق خیال میں آیا ہے اور وہ یہ کہ اس اخبار کو وقف کردوں' اس کے سرمایہ میں ایک اور صاحب کا بھی روپیہ ہے لیکن ان کی طرف سے بھی مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اپنا روپیہ چھوڑ دیں گے- پس مَیں آج سے اس اخبار کو بلحاظ اس کے مالی نفع کے وقف☆ کرتا ہوں- ہاں اگر خدا نخواستہ نقصان ہوا تو اس کے پورا کرنے کی میں انشاء اللہ کوشش کروں گا- ہم اس کی کمی کے پورا کرنے کی تو کوشش کریں گے لیکن جو نفع ہوگا اسے نہ میں لوں گا اور نہ وہ بلکہ اشاعتِ اسلام میں خرچ کیا جائے گا-

اس اعلان کے بعد چونکہ مالی منافع کے لحاظ سے کسی اخبار کے ساتھ میرا تعلق نہیں رہا اس لئے اب میں تحریک کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اخبارات کو خریدیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں- اس زمانہ میں اخبارات قوموں کی زندگی کی علامت ہیں کیونکہ ان کے بغیر ان میں زندگی کی روح نہیں پھونکی جاسکتی- گزشتہ زمانہ میں مخالفین کی طرف سے جو اعتراض ہوتے تھے وہ ایک محدود دائرہ کے اندر گھرے ہوئے تھے اس لئے ان کے جوابات کتابوں میں دے دیئے جاتے تھے اور ان کتابوں کا ہی پاس رکھنا کافی ہوتا تھا مگر اس زمانہ میں روزانہ نئے نئے اعتراضات اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں جن کے جواب دینے کیلئے اخباروں ہی کی ضرورت ہے اور اسی لئے ہمارے سلسلہ کے اخبار جاری کئے گئے ہیں لیکن اکثر لوگ ان کی خریداری کی طرف توجہ نہیں کرتے جس سے وہ دین کا ہی نقصان کررہے ہیں- ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ جہاں تک ہوسکے تکلیف اٹھا کر بھی ان کو خریدیں- اگر ان اخباروں کی اشاعت دو دو ہزار ہوجائے تو وہ نہ صرف اپنا بوجھ اٹھاسکتے ہیں بلکہ موجودہ حالت سے بھی بہتر بنائے جاسکتے ہیں- بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ان کے نام یونہی وی-پی بھیج دیئے جاتے ہیں جنہیں وصول کرنا پڑتا ہے لیکن یہ ان کی شکایت بے جا ہے- میں نے جبکہ اعلان کرایا ہوا ہے کہ اگر کوئی بغیر تمہارے لکھے کسی کتاب یا کسی اخبار یا کسی اور چیز کا وی-پی کرتا ہے سوائے

☆ اس تقریر کے بعد گورداسپور جاکر میں نے باقاعدہ طور پر "الفضل" کو انجمن ترقی اسلام کی ملکیت میں دیئے جانے کی درخواست دے دی اور اب وہ انجمن ترقیٔ اسلام کی ملکیت میں ہے- (خاکسار مرزا محمود احمد)

خریدارانِ اخبار سے اخبار کی قیمت وصولی کے ' تو وہ ہرگز نہ وصول کیا جائے اور اس کی اطلاع مجھے دی جائے۔ تو اب کسی کا اس اعلان کے ہوتے ہوئے شکایات کرنا بالکل نادرست ہے اس لئے یہ عذر نہیں کیا جاسکتا۔ پس جہاں تک ہوسکے اخباروں کی اشاعت بڑھاؤ' انہیں خرید و اور ان کے ذریعہ علوم حاصل کرو۔ اس وقت الفضل' فاروق' نور' ریویو آف ریلیجنز' تشحیذ جاری ہیں ان کے خریدار بنو۔

ساتواں طریق ساتواں طریق گو وقتی ہے لیکن اس کو بھی یہاں بیان کئے دیتا ہوں کہ اس سال ماہِ رمضان میں دس پاروں کا درس ہوا تھا مگر اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے بہت کم لوگ آئے تھے آئندہ سال بھی اگر اللہ تعالیٰ نے زندگی دی تو کوشش☆ کروں گا کہ پھر رمضان میں درس دوں اس موقع پر دوست یہاں آنے کی کوشش کریں اور قرآن کریم سیکھیں۔ یہ سات طریق ہیں ان کو لکھ لو اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرو۔ خداتعالیٰ تمہیں توفیق دے۔ باتیں تو اور بھی کئی ایک بتانے والی ہیں لیکن وقت نہیں ہے اس لئے پھر سہی۔

☆ مشیت ایزدی کے ماتحت بوجہ بیماری اس سال درس نہیں ہوسکا۔ خاکسار مرزا محمود احمد